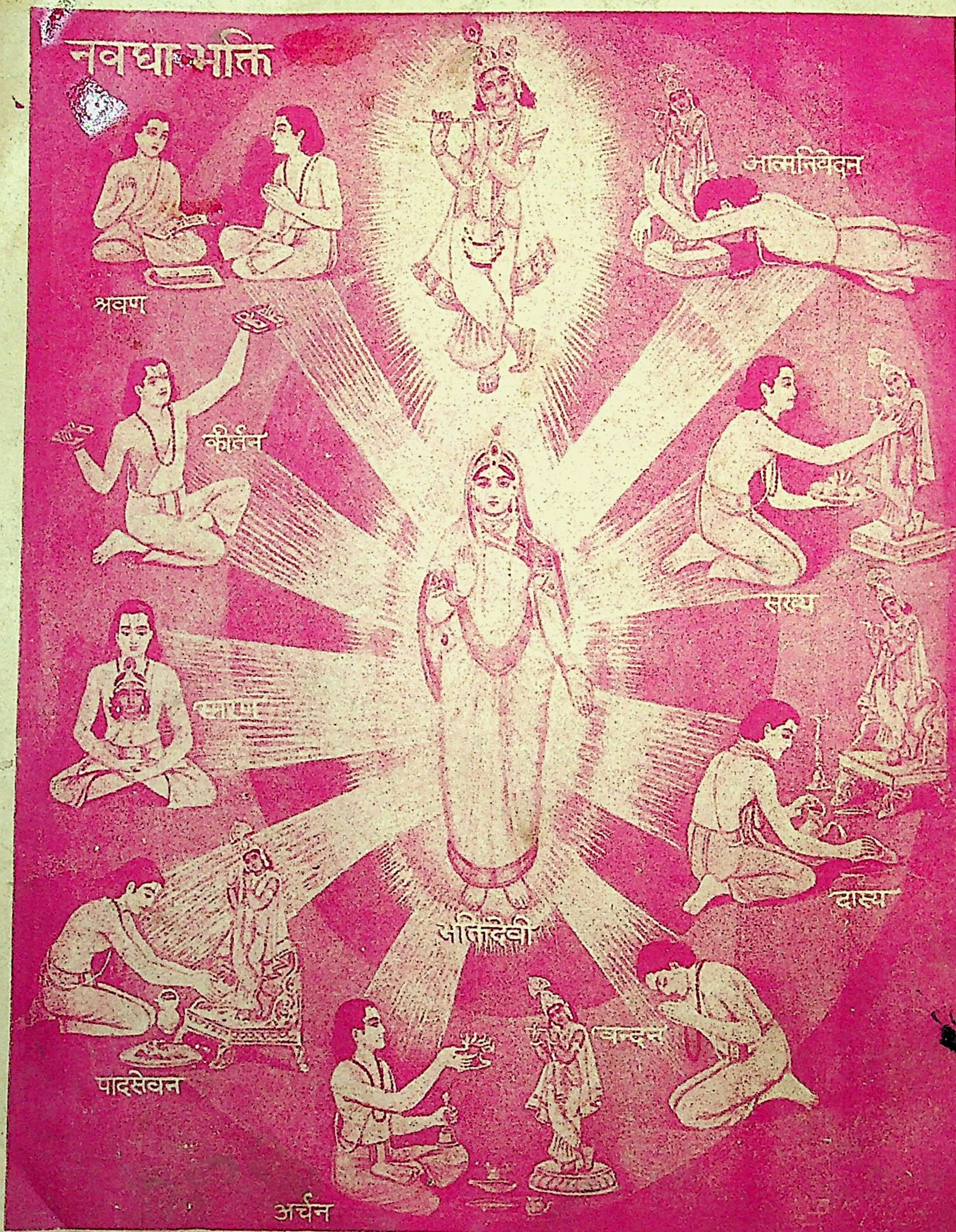
MONTHLY "OM" DELHI.

ESTD. 1934

Bhagti Number

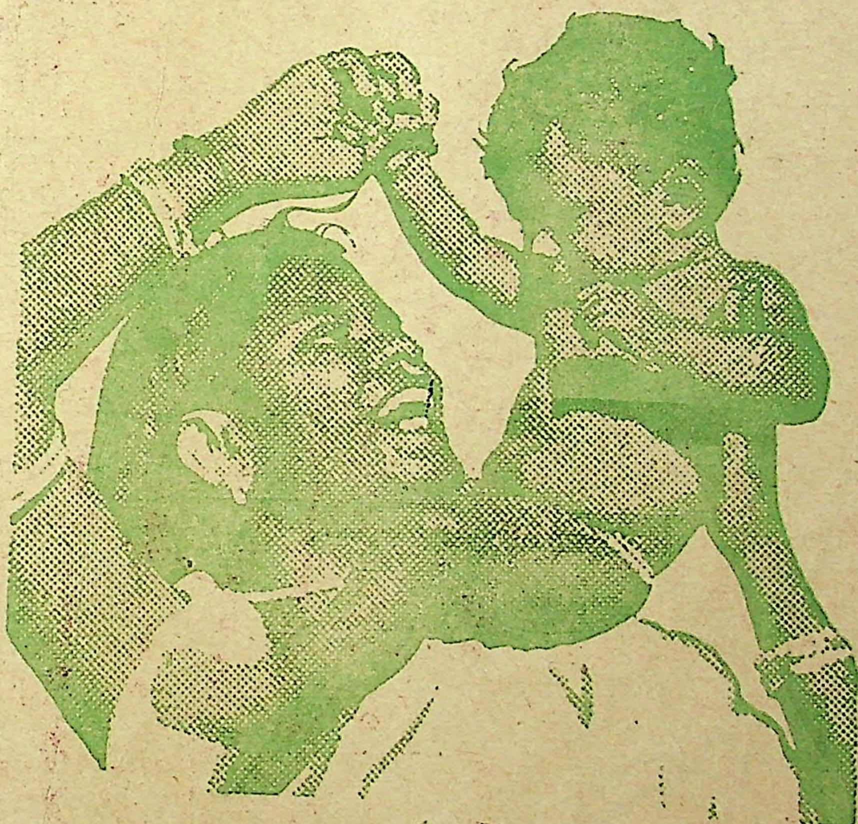
MAY 1962



پلان سے مہیا ہوں گی

بہتر
صحتی خدمات

تیسرے پنج سالہ پلان کے پورے ہونے تک —
قصبوں اور دیہات کے لئے پینے کا صاف پانی
۱۴۲۶۰۰ ہسپتال اور دواخانے، مریضوں کے لئے ۲۴۰۱۰۰ بستر
۸۱۰۰۰ ڈاکٹر، ۱۰۰۰۰ زچہ و بچہ صحتی مرکز
اور ملیریا، تپ دق و چیچک جیسی بیماریوں
کی روک تھام سے
یقیناً آپ کی صحت بتدریج بہتر بنے گی



پلان کو کامیاب بنایئے — اس کا نتیجہ ہوگا

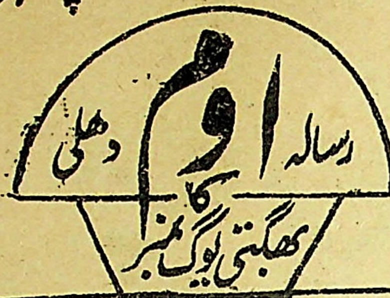
ہر شخص کے لئے
اچھی زندگی

تیسرا
پنج سالہ
پلان

ہندوستان بھر میں روحانیت کا واحد سچا علمبردار

چندہ سالانہ
سات روپے
ممالک غیر سے
نو روپے

ایڈیٹر:-
گورکھ ناتھ
نندہ



56
نئے پیسے

قیمت:-
فی کاپی

بابت ماہ مئی ۱۹۶۲ء

نوٹ:- اس ماہ میں بننے والے نئے خریداران کو سالانہ چندہ مبلغ -/۶ روپیہ میں سالنامہ بھگوت پریم انک با تصویر قیمت ۲/۵۰ روپیہ بھی مفت بھینٹ ہوگا۔ اور میعاد خریداری از جنوری ۱۹۶۲ء تا دسمبر ۱۹۶۲ء مقرر کی جائیگی۔ نئے بننے والے خریداران اس رعایت سے لابھ اٹھا دیں۔

فہرست مضامین

باہتمام شری گورکھ ناتھ نندہ ایڈیٹر پروپرائیٹر و پبلشر نے کھنہ لیتھو پریس چاوڑی بازار دہلی سے چھپوا کر دفتر رسالہ اوم اندرون اجمیری گیٹ دہلی سے شائع کیا۔

اپنا وطن

(از قلم منشی روشن پٹیالوی بی۔ اے)

۱
اپنا وطن ہندوستاں دنیا میں ہے جنت نشاں
اس میں ہیں صدہا خوبیاں جو ہو نہیں سکتی بیاں

۲
ہر باغ ہے جنت نظیر دریا ہیں مثلِ جوئے شیر
رکھتی ہیں اشیائے حقیر نظارہ ہائے دل پذیر

۳
ہر کوہ و وادی پُر فضا راحت فزا تفریح زا
بہرِ غمِ دل اک دوا دل کیوں نہ ہو اس پر فدا

۴
ہر چیز ملتی ہے یہاں پھل پھول میوے سبزیاں
دولت کے بحرِ بیکراں ہیں اس کے سینے پہ رواں

۵
اس پہ ہے دھوکا خُلد کا ہر بات کا نقشہ نیا
جاتا ہے آنکھوں میں کھبا ہر نقش ہے جادو بھرا

۶
باغِ وطن ہے گل فشاں شاداں ہیں سب پیر و جواں
ان کے نہیں ہے بیگماں دل میں عداوت کا نشاں

۷
ہر فرد اس کا باوفا ہمدرد، نیک و پارسا
راہِ عمل کا رہنما انوارِ قدرت کی ضیا

۸
سب سے ہے اچھا فلسفہ ہے امن کا اس میں مزا
انسانیت کا رہنما صدق و صفا کا راستہ

۹
بغض و حسد سے دور ہے اُلفت اسے منظور ہے
دل نور سے معمور ہے گویا چراغِ طور ہے

۱۰
خاکِ وطن اکسیر ہے آبِ وطن بھی شیر ہے
جو بھی جوان و پیر ہے مدحت گرِ تقدیر ہے

۱۱
ہے فرض یہ ہر ایک کا چھوٹا ہو وہ یا ہو بڑا
روز و شب و صبح و مسا پیارے وطن پر ہو فدا

بھگوان رام کا شبری کو اپدیش　"نودھا بھگتی"　از قلم سنت شری سنگھ جی کانسٹیبل ٹریفک پولیس نئی دہلی

نودھا بھگتی

تحفہ رام بھگتوں کیلئے

"त्यक्त्वा सुदुस्त्यज सुरेप्सित राज्यलक्ष्मीं, धर्मिष्ठ आर्यवचसा यदगादरण्यम् ।
माया मृगं दयितयेप्सितमन्वधावत् वन्दे महा पुरुष ते चरणारविन्दम्॥

ارتھ :- جو دیو دُرلبھ راجیہ ویبھو کو تیاگ کر اپنے پِتا راجہ دشرتھ کی آگیا سے بن کو چلے گئے۔ اور جو (جان بوجھ کر بھی) اپنی پریا سیتا جی کی پریرنا سے کپٹ مرگ کے پیچھے دوڑے۔ اُن (مریادہ پرشوتم) مہاپُرش شری رام کے چرنوں کی ہم بندھنا کرتے ہیں۔

نودھا بھگتی شری رام چندر جی نے پرم بھگتا شوری (शबरी) بھیلنی کے تائیں کہی ہے۔ ادھیاتم راماین بن کانڈ میں اس کا ذکر آتا ہے۔ وہاں پرکرن اس طرح چلتا ہے۔ کہ جب بھگوان رام اپنی پریا سیتا جی کی کھوج میں چکر کاٹتے ہوئے رشی مُوک پربت کے سمیپ پمپا سر پر پہنچے تو انہیں کبندھ نام والے ایک راکھشس سے بھینٹ ہوئی۔ یہ راکھشس دراصل ایک دیو گندھرب تھا۔ جو اشٹاوکر منی کے شاپ سے راکھشس یونی میں آیا تھا۔ بھگوان رام نے اُسے مار کر اپنا دھام دے دیا۔ مگر پرم دھام کو جاتے ہوئے اُس نے شری رگھوناتھ جی سے کہا۔ کہ اے رام! سامنے والے اس آشرم میں شوری رہتی ہے۔ وہ آپ کے چرن کملوں کی پرم بھگت ہے۔ اے مہا بھاگ! آپ وہاں پدھاریئے۔ وہ آپ کو سیتا جی کے متعلق سب سماچار دیویگی۔ ایسا کہہ کر وہ تو آکاش مارگ سے وشنو لوک کو چلا گیا۔ اور ادھر بھگوان رام لکھشمن کے ساتھ شوری کے آشرم میں پہنچے۔ شوری تو بہت سمے سے پہلے ہی آپ کی پرتیکھشا میں رہتی تھی۔ چنانچہ جونہی اس نے رگھوناتھ جی کو آتے دیکھا ہرش سے فوراً اٹھ کھڑی ہوئی۔ اور اس کی آنکھوں میں پریم اشرو بھر آئے وہ بھگوان کے چرنوں پر گر پڑی اور ودھی پُوروک کُشل پرشن کے بعد انہیں ایک سُندر آسن پر بٹھایا۔ اس نے شری رام اور لکھشمن کے چرن پہلے چومے اور پھر دھوئے اور اُس چرنودک کو اپنی آنکھوں میں سپرش کر کے پھر اپنے تمام آشرم میں بھی چھڑکا۔ اس کے بعد جو دویہ پھل اس نے شری رام جی کے اُپبھوگ کے لیے اکٹھے کر رکھے تھے۔ انہیں پرم شردھا اور پریم پُوروک ان کے تائیں ارپن کیے۔ اور ان کے چرن کملوں کا چندن یُکت سُگندھت پُشپوں سے پُوجن کیا۔ اس طرح اتیتھی سنکار ہو چکنے کے انتر وہ ان کے سامنے دونوں ہاتھ باندھ کر بیٹھ گئی۔ اُس کے یہ بڑی اُتکنٹھا تھی کہ وہ بھگوان کی کچھ استتی کرے۔ مگر چونکہ وہ پڑھی لکھی تو کچھ تھی نہیں۔ کیا کر سکتی تھی۔ تو بھی بھاؤ پُورن چت سے اس قدر ہی بولی کہ اے بھگون! بالکل انجان اور مُورکھ ہونے کی وجہ سے میں آپ کی استتی کیا کر سکتی ہوں۔ تو بھی آپ انترجامی ہونے سے میرے چت کی سب اوستھا اور بھاؤوں کو اچھی طرح جانتے اور سمجھتے ہیں۔ آہ میں کیا نویدن کروں۔ ایسا کہہ کر وہ آپ کے چرنوں میں لپٹ گئی۔ اور پریم کے اشروؤں سے بھگوان کے چرنوں کو دھو دیا۔

تھوڑی دیر کے بعد وہ بولی کہ اے میرے پیارے رام! اس آشرم میں پہلے میرے گورو مہرشی متنگ جی رہتے تھے۔ میں

اُن کی سیوا میں سینکڑوں برس رہی۔ وہ سوئیم تو اب برہم لوک کو چلے گئے ہیں۔ مگر چلتے سمے انہوں نے مجھے کہا تھا۔ کہ ایکاگر چت سے تم ابھی یہاں ہی رہو۔ سناتن پربرہم پرماتما نے راکھشسوں کے مارنے اور رشیوں منیوں کی رکھشا کے لئے راجہ دشرتھ کے گھر رام روپ سے اوتار لیا ہے۔ وہ جلدی ہی اس آشرم میں آوینگے۔ تم ایکاگر چت سے اُن کا دھیان کرتی ہوئی یہاں اسی آشرم میں رہو۔ اس وقت وہ چتر کوٹ میں براجمان ہیں۔ جب تک وہ یہاں آدیں تب تک تم اپنے شریر کو رکھو۔ اس کے بعد ان کے درشن کرتی ہوئی اس شریر کو اگنی ارپن کر کے تو پیچھے اُن کے بیکنٹھ دھام کو پراپت کرے گی۔ سو گورو جی کے کتھن انوسار میں تب سے کیول آپ کا دھیان کرتی ہوئی آپ کے آنے کی باٹ دیکھ رہی تھی۔ آج گورو دیو کا وہ واکیہ سپھل ہوا۔ کیونکہ میں پرتکھش ان آنکھوں سے آپ کا درشن کر رہی ہوں۔ اے رام! ایک اور الوکک واز استو۔ یہ آپ کے منوہر درشن جو میرے گورو جی کو بھی نہیں ہوئے۔ انہیں میں آج کر رہی ہوں۔ اس لئے میں اپنے بھاگیوں کی کہاں تک شلاگھا کروں۔ کہاں میں نیچ جاتی میں اُتپن ہوئی ایک گوارن اور کہاں انت برہمنڈوں کے نائیک آپ پرمیشور۔ تو بھی اگر مجھے آپ کے درشنوں کا سو بھاگیہ پراپت ہو رہا ہے۔ تو یقیناً یہ مجھے گورو سیوا کا ہی پرتکھش پھل سمجھنا چاہئے۔ یا اگر اسے کیول گورو کرپا ہی کہوں۔ تو بھی کچھ انچت نہیں۔ اے بھگون! جو آپ کے داسوں کے داس اور پھر جو اُن کے بھی داس ایوم اُترا اُتر سینکڑوں داس ہوں۔ میں تو اُن کی بھی داسی ہونے کے یوگیہ نہیں۔ پھر کیونکر ساکھشات آپ کی داسی کہلانے کے لائق ہو سکتی ہوں۔ اے دیو ور! آپ تو من بانی اور بدھی کی پہنچ سے باہر ہیں۔ تو بھی کیسا آشچریہ ہے کہ آپ تمام رشیوں منیوں اور تپسویوں کے آشرم چھوڑ کر میرا ہی استھان پوتر کرنے کے لئے پدھارے ہیں۔ نسچے ہی یہ میرے کسی ادھبھد پنیہ کا ہی پرینام ہے۔ اے شری رام! میں آپ کی اُستتی کرنا نہیں جانتی۔ تو بھی آپ اپنی اُستتی میری طرف سے خود کریں اور اپنی دیالتا سے مجھ پر پرسن ہوں :

اس طرح بیتما اُچت ست کار پانے اور اُستتی کئے جانے پر بھگوان رام شبری سے بولے۔ کہ اے بھامنی! پُرش استری کا بھید یا جاتی کُل گوتر اور ورن آشرم ان میں سے کوئی بھی میرے بھجن کے کارن نہیں۔ میرے بھجن میں کارن تو محض میری بھگتی ہے۔ جو میری بھگتی سے بے مکھ ہیں۔ وہ انت یگیہ انوشٹھان دان تپسیا یا وید ادھیین آدی کروڑوں سے بھی مجھے پا نہیں سکتے۔ اس لئے اے بھدرے! میں سنکشیپ سے تمہیں اپنی بھگتی کے ہی کئی ایک سادھن ورنن کرتا ہوں۔ تم انہیں دھیان سے سنو۔ اے پاٹھک گن وہ سبھی سادھن مل کر ہی "نودھا بھگتی" کے نام سے کہے جاتے ہیں۔ جنہیں اب ہم بالترتیب ادھیاتم رامائن کے مول پانچ شلوکوں کے ساتھ نروپن کرتے ہیں۔ ذرا دھیان دیں :-

"सतांसङ्गतिरेवात्र साधनं प्रथमं स्मृतम्। द्वितीयं मत्कथालापस्तृतीयं मद्गुणेरणम् (१)
आरव्यातृत्वं मद्वचसां च चतुर्थं साधनं भवेत्। आचार्योपासनं भद्रे मद्बुद्ध्यामायया सदा (२)
पञ्चमं पुण्यशीलत्वं यमादि नियमादि च। निष्ठा मत्पूजने नित्यं षष्ठं साधनमीरितम् (३)
ममम‍न्त्रोपासकत्वं साङ्गं सप्तममुच्यते। मद्भक्तेष्वधिका पूजा सर्वभूतेषु मन्मतिः (४)
बाह्यार्थेषु विरागित्वं शमादि सहितं तथा। अष्टमं नवमं तत्त्वविचारो मम भामिनि" (५)

ترجمہ :- اس نودھا بھگتی پرکرن میں پہلا سادھن ست سنگ یعنی سادھو سنگتی ہے۔ پھر میری کتھاؤں کا ورنن کرنا دوسرا سادھن ہے۔ میرے گنوں کی پرچا تیسرا اور گیتا اپنشد آدی میرے واکیوں کی ویاکھیا کرنا چوتھا سادھن کہلاتا ہے۔ اے بھدرے اس طرح اپنے گورو دیو کی نشکپٹ ہو کر بھگوت بدھی سے سیوا کرنا پانچواں سادھن مانا جاتا ہے۔ پوتر سبھاؤ۔ یم نیم آدی کا پالن اور میری پوجا میں پریم ساتواں سادھن ہے۔ پھر میرے بھگتوں میں مجھ سے بھی ادھک پوجا بدھی رکھنا اور تمام پرانیوں میں میری بھاونا کرنا نیز

باہیہ پدارتھوں سے ویراگ اور شم دم آدی سمپن ہونا یہ آٹھواں سادھن کہلاتا ہے۔ اور پھر آخر میں تنو دستو کا وچار کرنا یہ میری بھگتی کا نواں سادھن ہے :-

اے بھامنی! اس طرح میری بھگتی پراپتی کے یہ نو سادھن مانے جاتے ہیں۔ جس کسی کے اندر بھی یہ اوپر کہے ہوئے سادھن ہوتے ہیں وہ پرش ہو یا استری اس کے انتہ کرن میں میری اس پریم لکھشنا بھگتی کا آدربھاؤ ہو جاتا ہے۔ جس کے ساتھ ساتھ اسے میرے واستو سروپ کا بھی انوبھو ہو جاتا ہے۔ اور وہ اسی جنم میں اس سنسار کے بندھن سے چھوٹ کر مکتی لابھ کر لیتا ہے۔ یوں یہ میری بھگتی میرے سروپ کے گیان دوارہ مکتی میں کارن ہے۔ مگر جان لو کہ اوپر بتلائے ہوئے تمام بھگتی کے سادھنوں کے اندر ست سنگ ہی سب سے اتم اور پردھان سادھن نشچے کیا گیا ہے۔ جیسے سادھنوں کی گنتی میں سب سے پہلا استھان ہے۔ چنانچہ جس ہردے میں ست سنگ کی رچی اور پریم جاگ جاتا ہے۔ وہاں نسندیہہ دوسرے بھی سادھن دھیرے دھیرے چلے آتے ہیں۔ جس طرح پلنگ کے ایک پائے کو کھینچنے پر باقی تینوں بھی خود بخود پیچھے چلے آتے ہیں۔ اسی طرح جہاں بھی ست سنگ کے لئے تڑپ پیدا ہوتی ہے۔ وہاں دوسرے سادھن بھی آہستہ آہستہ آنے شروع ہو جاتے ہیں۔ اس لئے اور اور سادھنوں کی اپیکشا ست سنگ کو مہان گورو ہے۔ آتاہ اے بھامنی بھگتی مارگ پر آروڑھ ہونے کے لئے یہ ضروری ہے، کہ جیو نیم سے ست سنگ کرے۔ باقی جو میری کتھاؤں کی چرچا اور گن گان نیز گیتا اپنشد آدی آدرش گرنتھوں کی ویاکھیا میں وغیرہ جپا اور اور بھگتی کے سادھن نردوپن کئے ہیں۔ وہ سب کے سب آدمی کو ست سنگ کے اندر ہی مل جاتے ہیں۔ کیونکہ ست سنگ ایک ایسا وشال پریم کھیشتر ہے، کہ اس میں یہ سبھی شامل ہوتے ہیں۔ اس کے علاوہ جو آچاریہ کی ایشور بدھی سے آپاسنا پانچویں بھگتی کہی ہے۔ وہ تو یقیناً سب پرشارتھ کا مول منتر ہے۔ بجز اس کے تو بندھی ہی ناممکن ہے۔ اس لئے نشکپٹ بھاؤ سے سادھک کو گورو کی سیوا کرم میں ہمیشہ لگے رہنا چاہئے۔ سچ تو یہ ہے۔ کہ تمہاری سینکڑوں برسوں کی گورو بھگتی پر ہی پرسن ہو کر آج میں تمام رشی منی اور تپسوی مہاتماؤں کے آشرم چھوڑ کر تمہیں ہی کرتارتھ کرنے آیا ہوں۔ تم اس سے ہی دوسمجھا لگاؤ۔ کہ گورو بھگتی پرمارتھ پتھ پر کتنی ضروری ہے۔ اس کے علاوہ جو (۱) دھرم پرایتا (۲) پوجا ادچا کمپا یوگ (۳) میرے نام کا جپ (۴) میرے بھگتوں میں مجھ سے ادھک ستکار کا بھاؤ (۵) شم دم آدی ویراگ اور (۶) سرب پرانیوں میں سم درشٹی یہ سبھی میری بھگتی کے دوسرے انگ ہیں۔ سو انہیں بھی پہلو بہ پہلو ہمراہ رکھنا چاہئے۔ وہ تو سچ مچ پھل روپا ہی میری بھگتی ہے جو تمام سادھنوں کا ثمرہ ہے۔ یوں یہ سادھن اور پھل روپا میری بھگتی نو دھا پرکار کی کہی جاتی ہے۔ جو میں نے تمہیں سانگ اپانگ کہی ہے۔ اب تم بتلاؤ اگر تمہیں میری پریا سیتا جی کے سمبندھ میں کچھ پتہ ہو کہ اسے کون لے گیا ہے۔ اور وہ اس وقت کہاں ہے۔

ناظرین اس طرح سروگیہ اور سرب ودت ہو کر بھی بھگوان رام نے اپنی بھگتا شبوری کو آدر دیتے ہوئے سیتا جی کے بارے میں پوچھا جیسے شبوری نے بھی جیسے گورو بھگتی سے ہی سب سروگتا حاصل ہو چکی تھی۔ سب بات بتلا دی جس پرکار کہ راون اسے ہرن کر کے لے گیا تھا۔ اور وہ اس وقت لنکا میں تھی۔ بلکہ اس نے اس کی پراپتی کے لئے بھی سگریو آدی سے متر تا کا مشورہ دیا۔ چنانچہ ٹھیک اس کے مطابق ہی شری رام جی بعد میں سگریو ہنومان آدیوں سے ملے۔ یہ کتھا سب رامائن میں پرسدھ ہے۔

لیکن گوسوامی تلسی داس جی مہاراج نے جو "نو دھا بھگتی" کا پرکرن شری رام چرت مانس میں نردوپن کیا ہے۔ اس پر بھی نفوذ درشٹی دیویں۔ وہاں یہ آرنیہ کانڈ میں نردوپن ہوئی ہے۔ اور اس کے متعلقہ چوپائی اور دوہرا یہ آئے ہیں

چوپائی :- پرتھم بھگتی سنتن کر سنگا دوسر رتی مم کتھا پرسنگا

دوہرا:-

گورو پنکج سیوا تیسری بھگتی امان
چوتھی بھگتی مم گُن گن کرہی کپٹ تج گان

چوپائی:-

منتر جپ مم درڑھ وشواشا - پنچم بھجن سو وید پرکاشا
چھٹ دم شیل ورت بہو کرما - نرت نرنتر سجن دھرما
ساتویں سم موہے مے جگ دیکھا - موتے سنت ادھک کر لیکھا
آٹھویں یتھا لابھ سنتوشا - سپنے ہُوں نہیں دیکھیے پر دوشا
نوم سرل سب سن چھل ہینا - مم بھروس ہیے ہرش نہ دینا"

تو ان چوپائی اور دوہرا کے ساتھ ادھیاتم رامائن کے مول شلوکوں کا صرف اتنا ہی بھید ہے۔ کہ ادھیاتم رامائن میں مہرشی وید ویاس جی نے یم نیم آدی سمادھی پرینت اور شم دم آدی چھ سادھن سے لے کر تتو وچار پرینت الگ دو سادھن مانے ہیں جن کی جگہ پر گوسوامی جی نے "یتھا لابھ سنتوش" اور "رام چرن وشواس" (بھروس) یہ دونوں لے لئے ہیں۔ اور وہ شاید اس لئے ہی کہ چونکہ یم نیم آدی یوگ اور تتو وچار دونوں نہایت اونچے درجے کے سادھن ہیں۔ انہوں نے کلیگ کے پرانیوں کا ان میں ٹھیک ٹھیک ادھیکار نہ دیکھ کر تھوڑا سادھنوں کے اندر پریورتن کر دیا ہے۔ اور ایسا اُن کا کرنا نہایت واجب ہی تھا۔ اس کے علاوہ ادھیاتم رامائن کے شلوکوں اور تلسی رامائن کی چوپائی وغیرہ میں اس نودھا بھگتی کے بارے میں زیادہ فرق نہیں یعنی سب سمان ہی ہے۔ ہاں اس قدر خیال ضرور کر لینا چاہیے۔ کہ گوسوامی جی نے تو اسے "نودھا بھگتی" کے نام سے بتلایا ہے۔ اور ادھیاتم رامائن میں مہرشی وید ویاس جی نے یہ سب "بھگتی کے سادھن" کہے ہیں۔ اس لئے جان لو کہ اگر یہ سبھی بھگتی کے سادھن ہوں۔ تو پھر اُس صورت میں "بھگتی" سے مُراد "گیان رُوپا" "پرا بھگتی" یا "پریم لکھشنا بھگتی" ہی ہو گا۔ جو یقیناً تمام سادھنوں کا پھل سروپ ہے۔

باقی اشارۃً یہاں یہ بھی سنکیت کر دینا نہایت ضروری ہے۔ کہ کیولیہ مُکتی کے اندر فقط گیان کو ہی سادھن مانا ہے۔ بھگتی کو نہیں۔ بھگتی تو کیول انتہ کرن کی شُدھی کا ہی ہیتو ہے۔ یا یوں سمجھو کہ وہ پرمپرا رُوپ سے ہی موکھش میں کارن ہے۔ ساکھشات نہیں۔ ہاں اس میں شک نہیں کہ جس طرح انتہ کرن کی شُدھی بھگوت بھگتی سے ہوتی ہے۔ دوسرے کسی بھی سادھن سے نہیں ہو سکتی۔ چنانچہ یہ بات اُوپر شوری کے پرکرن میں اچھی طرح بتلا دی جا چکی ہے۔ تو بھی موکھش کا سادھن فقط گیان ہے۔ اور یہ ہماری کیول کلپنا نہیں۔ یہ بات وید کے آدھار پر ہی ہم کہہ رہے ہیں۔ دیکھیے شویتا شتر اُپنشد جو اُپنشدوں کے اندر منتر بھاگ ہے یعنی کا ایک منتر کیونکر گرجتا ہوا اس امر کی تصدیق کرتا ہے۔ چنانچہ وہ منتر یہ ہے:-

"ज्ञानादेव तु कैवल्यं ऋते ज्ञानात न मुक्तिः ।
तमेव विदित्वातिमृत्युमेति नान्यः पन्था विद्यते ऽयनाय" ॥

یعنی گیان سے ہی کیولیہ ہے۔ بنا گیان کے مُکتی نہیں۔ اُس پرماتما کو جان کر ہی امرت تتو کو پراپت کر سکتا ہے۔ بغیر گیان کے مکتی کو اور راہ نہیں +

یوں ویدنے گیان کے مہتو کو درشاتے ہوئے ایک ہی منتر میں ودھی اور نشید ھ پرکریا کے دوارہ ایک ہی بات کو چار بار دُوہرایا ہے۔ اس لئے اس کے اندر مطلق شک کی گنجائش نہیں۔ اور نہ ہی اس امر پہ وواد کرنا واجب ہے۔ باقی بھگوت بھگتی چونکہ انتہہ کرن کی شُدھی کے لئے ایک ہی اسادھارن کارن مانا جاتا ہے۔ جیسا کہ بھگتی کے تمام آچاریوں نے اسے سویکار کیا ہے۔ اور پھر اس یگ میں اسے چھوڑ کر اور سادھن بھی ہو نہیں سکتا۔ ہر سادھک پر لازم ہے۔ کہ وہ چیت شُدھی کے لئے اور گیان کا ادھیکاری بننے کے لئے اسے ہی اپنے عملی جیون میں اپنا لے۔ یوں جب اس کے شغل سے قلب شُدھ اور پوتر ہو جائے گا۔ تو وہ خود بخود ہی نرمل درپن میں ابھاس کی طرح ادھیشٹان پرماتما پر ہو جانے سے برہم آتما کا ابھید گیان ہو جاویگا۔ چنانچہ یہی بھگتی اور گیان کا اعلےٰ نمونہ ہے۔ اور یہی تھا مطلوب +

اوم شم

شری رامچندر راستے نمد !

کلام مہر

کیا فائدہ گر تُو نے فراہم کیا مال — کچھ سوچ تو اس مال کا کیا ہوگا مآل
آیا تھا تو دونوں ہاتھ خالی تھے ترے — جائیگا تو خالی ہیں پھر اے فرخ فال
دلّالی میں کوئلوں کی یوں کالے ہاتھ — کیا کرتا ہے یہ خیال ہی دل سے نکال
مُفلس کی طرح امیر کو بھی اک دن — دو گز چادر کفن کی مل جاتی ہے

کیا فائدہ گر مل بھی گئی عزت و جاہ — یوں دشت ہوس میں ہو نہ ہرگز گمراہ
وہ بھولے ہیں راہ پہنچے کب منزل پر — ہے ایسے مناظر پہ فقط جن کی نگاہ
یہ جاہ و مناصب نہیں کام آئینگے — جب نزع کے وقت ہو گیا حال تباہ
ہوں اہلِ مناصب کہ ہوں نا اہل و رذیل — دُنیا دونوں کے واسطے فانی ہے

من ہردے میں جوت جگا دو

(از حسونت رساپوری)

مجھ برہن کی دھیر بندھا دو مرلی کی اک ٹیر سُنا دو
کنول پھول کے رنگ میں چھپ کر اپنا روپ دکھا دو
من ہردے میں جوت جگا دو
رسیا
من ہردے میں جوت جگا دو

تکتے ہیں سب راہ تمہاری بیکل ہیں سب نر اور ناری
نینوں کی سُندر پیالی سے سب کو جام پلا دو
من ہردے میں جوت جگا دو
رسیا
من ہردے میں جوت جگا دو

تیری راہ میں میرا گھر ہو تیرے در پر میرا سر ہو
پھنسی ہوئی ہے ناؤ بھنور میں بھگوان پار لگا دو
من ہردے میں جوت جگا دو
رسیا
من ہردے میں جوت جگا دو

من بگیا میں چھبی تمہاری ایسی چھبی پر تن من واری
سُندر روپ دکھا کر بھگوان مجھ کو مست بنا دو
من ہردے میں جوت جگا دو
رسیا
من ہردے میں جوت جگا دو

جگیاسو سادھکوں کیلئے چند اشارے

(لالہ کانشی رام جی چاولہ)

(۱) جیون کی بنیاد اِن دو ستونوں پر رکھو یعنی:-

(۱) سادہ زندگی (۲) بلند خیالات

(۲) جیون کی سپھلتا کے دو گر ہیں -

(۱) نمرتا (۲) سیوا

(۳) رنج و راحت ۔ نفع نقصان ۔ شادکامی ناکامی پنیہ پاپ یہ سب ہمارے من کی اُپج ہیں۔ لافانی سچی راحت کا چشمہ وہ ایک ہی ذات ہے۔ جسے سچدانند کہتے ہیں اس کے ساتھ جڑنے سے دوند باقی نہیں رہتے۔

(۴) بھگوان ہی ہر ایک وستو میں ہیں لیکن پھر بھی اپنے آپ کو اس کا پُتر اور سیوک سمجھو۔

بھگوان ایک راز ہے ۔ لیکن ایک کھلا راز ۔ ستیہ پریم اور آنند اس کا سروپ ہے۔

(۵) زندگی بالطف اس طرح بن سکتی ہے ۔ کہ سردے میں پریم بھرا ہو ۔ خود غرضی نزدیک نہ پھٹکے ہر حالت میں خوش رہنے کا سوبھاؤ بنے۔

(۶) ہمیں بعض دفعہ اپنی بڑائی اور اچھائی کا گھمنڈ ہو جاتا ہے ۔ مگر یاد رہے بڑی اور اچھی ذات ایک پرمیشور کی ہے -

(۷) جس سنسار کو مایا کہا جاتا ہے وہ ہمارا من ہی ہے من ہی دوسروں میں اچھائی اور برائی دیکھتا ہے ۔ اور من ہی حالات کو خوشگوار بنا کر رنج و راحت کے جذبات پیدا کرتا ہے۔

(۸) منشیہ اس لئے دکھی ہوتا ہے کیونکہ وہ بیرونی حالات اور پدارتھوں میں سکھ کی تلاش کرتا ہے لیکن جس سکھ سے انسان کی پیاس صحیح معنوں میں ترپتی ہو سکتی ہے اس سکھ کی ایک رتی بھی اِن اشیا میں نہیں۔

(۹) زندگی کے تمام واقعات حسب معمول ظہور پذیر ہوتے ہیں اِن میں سکھ دکھ اور خوشی غمی انسان کو اس کی من کی حالت کے مطابق محسوس ہوتے ہیں -

(۱۰) حقیقت یہ ہے کہ سوارتھ یا خود غرضی ہی سب برائیوں کی جڑ ہے۔ منشیہ اپنی عیب کو دوسروں میں تو دیکھتا ہے لیکن اپنے اندر اس کا احساس نہیں کرتا -

(۱۱) تبدیلی مقام یا حالات سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ فرق پڑتا ہے ۔ من کی اوستھا بدلنے سے۔

(۱۲) دکھ روپی درخت کی جڑ ہے "اہم بھاؤ" جب تک یہ نہیں چھوٹتا دکھوں سے رہائی پانا ناممکن ہے۔

(۱۳) منشیہ کو یہ بات کسی حالت میں فراموش نہیں کرنی چاہئے کہ سنسار میں جو کچھ ہے پرمیشور کا ہے۔ منشیہ کا کچھ بھی نہیں۔ ایسا سمجھ کر ہی انسان پدارتھوں کا استعمال کرے۔ ممتا سے اہنتا پیدا ہوتی ہے۔ اہنتا دکھ کا بیج ہے۔

(۱۴) متوں۔ سمپردایوں اور مذاہب میں جو جھگڑے اٹھتے ہیں وہ سب ناسمجھی کی وجہ سے ہیں۔ ان کا کارن تنگدلی ہے۔ تنگدل انسان پربھو کو کبھی نہیں پا سکتا۔ پربھو پریمی کا پریم جیو ماتر کیلئے ہونا چاہئے۔

(۱۵) اس جیون کا بلند ترین مقصد ہے اپنی تمام خواہشات کو پرم پراپتی کی ایک ہی اُتم خواہش میں لے کر دینا اس مہان اُتم خواہش کی تکمیل سے باقی سبھی خواہشات از خود پوری ہو جائینگی۔

۱۶ ۔ نشکام کرم کرنے اور آتمک شانتی حاصل ہونے پر ہانی اور لابھ مان اپمان ۔ اُستتی اور نندا اسکے بھاؤ ہی کا نور ہو جاتے ہیں۔

(۱۷) منشیہ جنم کا بہترین مقصد پرم آنند پراپت کرنا ہے۔ اگر اس مقصد کو بھلا کر انسان فکر و تشویش ۔ شک و شبہ اور خوف و خطر سے بھری زندگی بسر کرتا ہے تو وہ منشیہ جنم کے گوہر بے بہا کو مفت میں ضائع کر رہا ہے۔

(۱۸) یہ منتر یاد کر لو ۔ سنشے نہ ہو ۔ بھے نہ ہو اور چنتا نہ ہو اور اس منتر کو عملی جامہ پہناؤ۔ بس پھر سکھ اور شانتی پیچھے پیچھے بھاگے پھریں گے۔

سب سوں اونچی پریم سگائی

دریودھن کے میوہ تیاگے
ساگ بدر گھر کھائی
جوٹھے پھل شبری کے کھائے
بہو بدھ سواد بتائی
پریم کے بس نرپ سیوا کینی
آپ بنے ہر نائی
راجسو یگیہ یدھشٹر کینو
تا میں جوٹھ اٹھائی
پریم کے بس پارتھ رتھ ہانکیو
بھول گئے ٹھکرائی
ایسی پریت بڑھی برندابن
گوپین ناچ نچائی
سور کور اس لائق ناہیں
کہہ لگ کرے بڑائی

سے ارجن

اب تم کب سمروگے نام

جیوڑا دو دن کا مہمان
اب تم کب سمروگے نام
گربھ میں پنے ہیں ہاتھ جوڑیا
نکل ہوا بے ایمان
بال پنے میں کھیل گنوایا
تارن پن میں کام
بردھ پنے میں کانپن لاگا
نکل گیا اوسان
جھوٹی کایا جھوٹی مایا
آخر موت نادان
کہت کبیر سنو بھائی سادھو
یہیں چھوڑا میدان
اب تم کب سمروگے نام

گایتری منتر

(پنجابی میں)

از قلم
شری بنسی دھر ویر

سکل جگت دے پران آدھار سوامی دکھ ہرن تے سکھ سروپ پرمیشور
ست چت آنند ہو سرو ویاپی سرو سکھ داتا انوپ پرمیشور
سرو جگت دے اتپتی کرن ہارے سرو پتا ماتا پوشن بھرن ہارے
پیارے پرکاش ہن آپ ہی توں سوریہ چندر تارے پر آپ نی مانتر سارے
پربھو آپ ہو پوجنے یوگ سب دے شدھ ومل وگیان سروپ ایشور
سہت پریم بھگتی اس میں دھیان دھریے سدا آپ جی ایہہ سروپ ایشور
پتا بنتی ایہہ سویکار ہووے کرپا دھار شدھ بدھی پروان کیجے
شبھ کرماں دے وچ پرورت رہیے چرن پریم ہی اپنا دان دیجے

ادم شانتی شانتی شانتی ادم

پریم حقیقی

(از قلم شری بھاگ مل سیائینی)

بقول ایک مہاتما سچ مچ پریم اور بھگتی سے بہرہ ور ہونا بڑی سے بڑی بات ہے۔ سچی بھگتی ایک زندہ طاقت ہے جس کے ذریعہ بھگت پتھر سے بھی بھگوان کو باہر کر سکتا ہے۔ "پرمیشور پریم ہے۔ اور پریم پرمیشور ہے" اس لئے جب یہ کسی طرح دل میں جاگ اٹھتا ہے۔ تب یہ طوفان آب کی مانند بہتا ہوا تنگ دلی جہالت، خوف، شک، اور خود غرضی کو بہائے جاتا ہے۔ اور پریم کے سوا اور کچھ باقی نہیں چھوڑتا، محض پریم ہی دل میں براجمان رہتا ہے ؎

واہ رے عشق کہ ہندو نہ مسلمان ہے تو
سب کے سینے میں ہے موجود وہ طوفان ہے تو
عالم معنی و الفاظ سے بالاتر ہے تیری ذات
جو سر لب نہ کبھی آیا وہ ارمان ہے تو
(کیف عرفانی)

آج کل عام لوگ محض مندروں اور گوردواروں میں حاضری لگوانے اور باہر کی بلبلاہٹ۔ گریہ و زاری اور آنسوؤں کے ناچ کود کو ہی بھگتی کہتے ہیں۔ دل میں سچائی، پریم، نیکی وغیرہ کا کوئی خیال نہیں رکھتے۔ محض بے سمجھ لوگ باہر مندر کھڑا کر کے اِن میں بھگوان کی مورتیاں ستھاپن کرتے ہیں۔ لیکن بھگوان کا حقیقی اور سچا مندر ہمارا دل ہے اگر اُس میں بھگوان کا باس نہیں ہے تو باہر کے مندر ایسے کاغذی پھول ہیں جو کوئی اصلی زندگی اور خوشبو نہیں رکھتے۔ باہر کے مندروں کو چراغوں سے مزین کرنا اتنا اچھا اور مفید نہیں جتنا اپنے دل کے مندر میں گیان اُجالا کرنا اگر تم یہ جاننا چاہتے ہو کہ آیا ہمارے دل کے مندر میں بھگوان بستے ہیں یا نہیں تو اپنے دل میں جھانک کر دیکھنا چاہیئے کہ آیا اس میں نیکی، پاکیزگی۔ سچائی، بھلائی پریم وغیرہ موجود ہیں یا دھوکہ، فریب، مکر، ریاکاری، بدی، جھوٹ وغیرہ ہے۔ کیونکہ جہاں بھگوان بستے ہیں۔ وہاں پاپ کی سمائی نہیں وہاں جھوٹ فریب وغیرہ کا کچھ دخل نہیں۔ جہاں دل میں بھگوان نہیں بستے۔ وہاں زندگی ضرور ہی اپوتر، ناپاک اور پاپ آلودہ ہوتی ہے۔ اس لئے پریم حقیقی کے سلسلہ میں روزمرہ کے کاموں میں پاکیزگی کو ملحوظ رکھتے ہوئے اپنے خیالات، جذبات اور خواہشات کا نہایت غور سے امتحان کرنا چاہیئے۔ شری کرشنا مورتی نے سچ کہا ہے کہ اگر تم مندروں گرجاؤں یا دیگر عبادت گاہوں میں جا کر یہ خیال کرتے ہو کہ تم پوتر اور پاکیزہ ہو گئے ہو۔ لیکن کیا وہ پاکیزگی تمہاری روزانہ زندگی کی کسوٹی کو سہ سکتی ہے؟ اگر نہیں سہ سکتی تو وہ محض نمائشی اور مُردہ ہے۔

بقول مہاتما ...... ایلین انسان کا دل ان چار باتوں سے میلا ہو جاتا ہے۔

(۱) لذات بیرونی کی خواہش
(۲) زمین کی فانی چیزوں میں دل بستگی
(۳) اپنی قدر و منزلت کا خیال۔
(۴) اپنی شخصی زندگی کے قیام کی تمنا۔ پس ان چار فاسد جذبات سے تمام پاپوں اور دکھوں کا ظہور ہوتا ہے۔ ان سے دل کو صاف کرو۔ پھر وہ ستیہ ملیگا جس میں تبدیلی اور تغیر کو دخل نہیں۔

مطلب یہ کہ جب انسان اندرونی طور پر پاکیزہ اور پوتر ہو جاتا ہے۔ تو بھگوان پر اپنی یا بھگوان کے درشن یوگ کے لئے اور کسی قسم کے سادھن تپ وغیرہ کی چنداں ضرورت نہیں رہتی۔ شیشے کا زنگ دور ہوتے ہی سورج بھگوان آپ ہی درشن دینے لگتے ہیں۔

اس سلسلہ میں پرم ہنس رام کرشن فرمایا کرتے تھے۔

یہ کس طرح جانا جاتا ہے۔ کہ بھگوان کسی شخص کے دل میں پرویش کرنے والے ہیں؟ جس طرح سورج چڑھنے کے پہلے پربھات نمودار ہوتی ہے۔ اسی طرح دل میں بھگوان کے بسنے سے پہلے خود انکاری۔ پاکیزگی پوترتا۔ پریم۔ نیکی وغیرہ ظاہر ہوا کرتی ہیں۔

جس طرح ایک راجہ اپنے ملازم کے گھر میں جانے سے پہلے اپنے سٹڈ ہیں سے بیٹھنے کی چیزیں، سجاوٹ کا سامان اور خوراک وغیرہ اس لئے بھیجا کرتا ہے۔ کہ وہ ملازم اپنے مالک کی پوری تعظیم و تکریم کے قابل ہو۔ اس لئے بھگوان بھی جس دل میں بسنا چاہتے ہیں پہلے اس میں اپنی پوجا کی سامگری، پریم، شردھا اور وشواس بھر دیا کرتے ہیں۔

اگر ہمارے دل میں سچائی، نیکی، بھلائی، پریم، محبت وغیرہ بڑھ رہی ہیں۔ تو ہمارا حقیقی پریم بیدار ہو رہا ہے۔ اور اگر دل میں بدی اور جھوٹ کی ترجیحیں اور امنگیں اُٹھ رہی ہیں تو ہم حقیقی پریم سے دور ہوتے چلے جا رہے ہیں۔ یعنی محض پوتر دل میں ہی پنیہ سوروپ بھگوان اپنا پرکاش کرتے ہیں۔

جیسے صاف، بے داغ، بے زنگ، اور ہموار شیشے میں چیزوں کا ہو بہو عکس پڑتا ہے۔ یا جھیل تالاب کے نرمل اور ساکن جل میں ہی ارد گرد کے شاندار اور بلند نظاروں اور آسمانی عجائبات کا عکس خود بخود ہی پڑا کرتا ہے۔ ایسے ہی دل و دماغ جسمانی عادات کے گندے پن اور دنیاوی خواہشات اور حیوانی جذبات کے ابھاروں سے خالی اور شانت ہونے پر اس میں پربھو کا عکس پڑتا ہے۔ دل کے پوتر اور نرمل ہونے کی ہی دیر ہے۔ بھگوان کے درشن یا ملاپ کی دیر نہیں۔ پوترتا کی خوشبو پھیلانے والے کبیر جی نے سچ کہا ہے۔

کبیر من نرمل بھیا جیسے گنگا نیر ✦ پاچھے لگ ہری پھرے کہت کبیر کبیر

سچا بھگت اپنے وجود کو بھگوان کے حوالے کر کے دائم اس کے دھیان میں مگن رہتا ہے۔ وہ نہ محض نشکام کرموں کو ترک کر دیتا ہے بلکہ اپنے اندر سب کرموں کا کرنے والا بھگوان کو ہی جانتا ہے۔ یعنی کرم پھل کی واسنا اور سمرتی و ابھمان دونوں ہی جاتے رہتے ہیں۔ اور وہ اپنے اندر اور باہر اُس ہی لیلا دیکھا کرتا ہے۔ جہاں تک کہ وہ بول بھی اپنے طرف سے نہیں مانتا بلکہ بھگوان کی کشش کو ہی اپنے اندر سے الفاظ کو باہر کرتا جانتا ہے۔ سہ

"تیرا کیا یا نانک بولے"

(گورو نانک دیو جی)

یعنی جب بھگت اس برتریں سچائی "ہماری زندگی کی چابی انتریامی پُرش کے ہاتھ ہے" کو نہایت مضبوطی سے پکڑ لیتا ہے۔ تو بھگوان اس کے اندر کی چھپی ہوئی بُرائیوں کو خود ہی رفع کر دیتے ہیں۔ اور اس کی وہ نظر کھول دیتے ہیں جس سے وہ صاف طور پر دیکھ لیتا ہے۔ کہ وہ بھگوان کا ہے۔

اس درجہ عالم میں اُٹھتے پر بھگت اپنے آپ کو فاعل نہیں سمجھتا۔ بلکہ اپنے فعل خیال اور خواہش کی تہ میں بھگوان کا فعل دیکھتا ہے۔ اور اپنے آپ کو بھگوان کے ہاتھ کا ایک نیتر کی مانند جان کر ایشور اچھیا کے مطیع ہو رہتا ہے۔ اُس کا بھگوان دلائل کے نتائج میں موجود نہیں ہوتا۔ بلکہ اپنے وجود کی تہ میں ہوش کی ہوش۔ عقل کی عقل۔ نظر کی نظر اور جان کی جان محسوس ہوتا ہے۔ اور دیکھتا ہے کہ جو کچھ بھی ہے وہ سب کا سب ایک ہے۔ کل موجودات میں ایک ہی ہستی ہے۔ ایک ہی طاقت ہے۔ ایک ہی فاعل ہے۔ ایک ہی زندگی ہے۔ وہی کھیل ہے۔ وہی کھلاڑی ہے۔ وہی وشو رُوپ ہے۔ یہاں سے دویہ جیون کا ظہور ہوتا ہے۔ یعنی اُس کا وجود بھگوان کا اوزار مطیع بن جاتا ہے۔ اور اپنے وجود کی نیتی کے آئینے میں سدا بھگوان کی ہستی کا دیدار پاتا ہے۔

توانگری، افلاس، کامیابی۔ ناکامیابی، جیت ہار زندگی موت میں یکساں حال رہتا ہے۔ کوئی حالت بھی اس کا یوگ بھنگ نہیں کر سکتا۔

وہ ہر حالت میں شانت، نشچنت اور یوگ یکت رہتا ہے۔ ترقی اور زوال اُس کی پُوجا کے پھول ہوتے ہیں جاگرت۔ سوپن اور سوشپتی کی تینوں حالتوں میں بھگوان میں لگا رہتا ہے۔ آنکھیں کھلی ہوں یا بند وہ دائم پُوجا میں مگن رہتا ہے۔ غرضیکہ اُس کا سدا جیون ہی پوجا مے ہوتا ہے۔ یہ روحانی جیون زبان سے اوپر ہے۔ اسے ہُوبہو بیان کرنا ممکن نہیں۔ ہاں اس کی طرف محض اشارات دیئے جا سکتے ہیں۔

بقیہ گیتا سار:۔ صفحہ ۱۴ سے آگے!

سوارتھ کی کوئی اچھا نہ ہو رہے پوتر ہر پرکار
اپنا جو کرتویہ ہے اِس کے دشے میں ہو پورا ہشیار
پکشپات نہ اپنے من میں کسی طرح کا وہ لائے
من ہو اتنا شانت کہ وہ نہ کسی بھی دُکھ سے کلپائے
کرتا پن کا کسی کرم میں ہو نہ اس کو کچھ ابھیمان
ایسا ہو جو بھگت چاہے پربھو کا پیارا اس کو مان

(باقی پھر)

مسلسل

گیتا سار

قسط ۱

از قلم لالہ کانشی رام صاحب چاولہ لدھیانہ

ارجن نے پوچھا:-

جو آپ کا پیارا بننا چاہے یا آپ کا پیارا پہلے ہو
کن کن گنوں سے ہوگا ایسا پربھو مجھے یہ بتلا دو۔

بھگوان کرشن بولے:-

کسی پرانی سے دویش کرے نہ سوارتھ رہت ہو سب سے پیار
دیا کرے وہ جیو ماتر پر کرے کبھی نہ اتیاچار
موہ ممتا سے دور رہے اور من میں ہووے نہ ہنکار
سکھ یا دکھ کے آنے پر وہ سمتا رکھے ہر پرکار
کسی سے جو اپرادھ ہو جائے اچھے دے اس کو کشما کرے
لابھ ہوئے یا ہوئے ہانی سدا ہی وہ سنتوش دھرے
پربھو کے دھیان میں لگا ہوا وہ من اندریے کو کرے ادھین
ایشور میں وشواش ہو پکا نشٹا ہو نہ اس کی کشین
من بدھی کو پربھو ارپن کر بھگت پربھو کا بن جائے
دھارن کرے جو یہ گن سارے پربھو کا پیارا کہلائے
اور بھی جن جن گنوں سے مانش بنتا پربھو پیارا ہے
وہ بھی ارجن سن لے اب تو جو وستار کہ سارا ہے
اپنے شبدوں یا کرموں سے اور کو جوش دلائے نہ
آپ بھی دوسروں کی باتوں سے جوش کے اندر آئے نہ
لابھ ہونے پر پھول نہ جائے کرے نہ کسی سے ایرشا ڈاہ
بن نشپاپ بنے وہ نربھے اور ہو مست اور بے پرواہ
بھلا برا ہو جیسا کیسا اس سنسار میں ہو سو ہوا
پرشارتھ تو کرتا جائے سنتوشانتی دے نہ کھو

ایک مہاتما کا پرساد

بھگتی یوگ

(لالہ بھگن ناتھ جی کھنہ بی۔اے۔بی۔ٹی)

شریمد بھگوت گیتا میں جہاں نشکام کرم، اور جپ آدی کو یوگ ہی کہا گیا ہے۔ وہاں بھگتی کو بھی یوگ مانا گیا ہے۔ اور بھگوان نے اس بھگتی یوگ کے سمبندھ میں بہت کچھ کہا ہے۔ اور اپنے بھگتوں کی بڑی پرشنسا کی ہے۔ جن کا ذکر آگے اس لیکھ میں آئے گا۔ بھگوان کے چرناربند سے پریتی انیک جنموں میں کیے گئے شبھ کرموں کا پھل سمجھا جاتا ہے۔ ایک ہی جنم میں اور ایک دم منشیہ کے ہردے میں یہ بھاؤ اُتپن نہیں ہو سکتے۔ اس کے لئے جنم جنمانتروں میں ہی یتن کرنا پڑتا ہے۔ بھگوت پراپتی کی شبھ اچھیا پرانیوں میں بہت کم پیدا ہوتی ہے۔ شُرتی ایسا مانتی ہے۔ اس لئے بھگوان کے بھگت بہت وِرلے ہوتے ہیں۔ ویسے بدّھی مان تو کئی ہوتے ہیں لیکن وہ بدّھی کا پریوگ سنساری وشیوں میں کرتے ہیں اس کو بھگوان کی پراپتی کے لئے استعمال نہیں کرتے۔ اس لئے وہ اس طرف سے بیمکھ رہتے ہیں۔ لیکن جو لوگ دنیاوی پرلوبھنوں کو تیاگ کر اپنا من اِس طرف جُٹا دیتے ہیں۔ وہ بڑے بھاگیہ شالی ہوتے ہیں۔

منشیہ جو کرم کرتا ہے۔ اس کا پھل اُسے اوشیہ ملتا ہے۔ یاد رہے کہ یہ پھل کرموں کے انورُوپ یعنی اِن کے مطابق ہی ہوتا ہے۔ اگر کامنا چھوڑ کر کوئی کرم کیا جائے جسے نشکام کرم کہا جاتا ہے۔ تو اس سے ہردے کی وِشُدھی ہوتی ہے۔ اور بھگوت پراپتی کی اچھیا پیدا ہو جاتی ہے۔ لیکن ایسے منشیہ ہوتے بہت کم ہیں۔ رامائن کہتی ہے۔ کہ ہزاروں منشوں میں کوئی ایک ہی پُرش دھرم دھاری اُتپن ہوتا ہے۔ اور کروڑوں دھرم شیلوں میں کوئی ایک ہی ویراگ وان دیکھنے میں آتا ہے۔ شریمد گیتا میں بھی ایسا ہی کہا ہے۔ "منشیہ نام سہسریشو"

بھگوت کتھا سُنتے سُنتے ایک پامر پُرش کے ہردے میں بھی یہ باتیں آجاتی ہیں۔ اور بھگوان کو جاننے کی اِچھیا پیدا ہو جاتی ہے۔ کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ ایک سادھارن دُنیادار یا سنساری پُرش کے ہردے میں بھی یہ بھاونا پیدا ہو جاتی ہے کہ دُنیا میں کچھ نہیں، یہ تو دھوکے کی ٹٹی ہے۔ لیکن یہ بھاونا کھشنک ہوتی ہے۔ پھر پرپنچ میں پڑ جانے سے ایسی بھاونا بھی کمزور ہوتے ہوتے بالکل ہی ختم ہو جاتی ہے۔ اور وہ گندی نالی کے کیڑے کی طرح اُس میں سُکھ ماننے لگ جاتا ہے۔

بات اصل میں یہ ہے کہ ست سنگ کے پربھاؤ سے اور اس کے بمت سے یہ بھاونائیں اُتپن ہوتی ہیں لیکن ست سنگ نہ ہونے اور دنیاوی پُرشوں کے کُسنگ سے پھر وہی حالت ہو جاتی ہے جو پہلے تھی۔ اصل میں یہ واستوک اور سچی بھوک نہیں ہوتی۔ جھوٹی بھوک ہے۔ جیسے ٹائیفائیڈ یا کسی اور روگ میں محسوس ہوا

کرتی ہے۔ لیکن اگر ایسی حالت میں بھوجن کر لیا جائے تو اُس سے ہانی ہوتی ہے۔ اور لنگھن (فاقہ) کرنے سے واسنوک بھوک پیدا ہو جاتی ہے۔ اور پیچھے سے تھوڑا تھوڑا بھوجن کرنے سے جھٹرا اگنی پر جُولت ہو جاتی ہے۔ اسی طرح بھگوا کی پراپتی کی بھوک بھی سنساری پُرشوں میں پیدا نہیں ہوتی۔ اگر کوئی زبردستی انہیں بھگوان سے ملا دیں تو بھلے ہی مل لیں اور یدی ایسا ہو بھی جائے تو اُن سے اپنی چھوٹی چھوٹی دنیادی خواہشوں یا اچھاؤں کی پُورتی کے لئے ہی پرارتھنا کریں گے۔ کیونکہ انہیں تو بھگوان سے کچھ پراپت کرنے کا ہی خیال ہوگا۔ پھر سنساری پدارتھ، ان سے اتی رکت کچھ نہیں۔ اور ایسے منشوں کی پرارتھنائیں بھی اگر کبھی وہ کرنے کی تکلیف اُٹھائیں۔ مجبور ہو کر تو وہ ایک دوسرے کے وِپرِیت اور ورودھی ہوتی ہیں کسان کہتا ہے کہ بارش ہو اور کمہار کہتا ہے کہ بارش نہ ہو۔ اب بھگوان کس کس کی بات پُوری کریں۔ بات یہ ہوتی ہے کہ منشوں کو اپنی اچھاؤں پر نینترن (کنٹرول) نہیں ہوتا۔ اور ہمیں چاہیئے یہ نہیں کہ بھگوان ہماری سب اچھائیں پُوری کریں۔ جو ہو نہیں سکتا۔ ایشور پراپتی کا سب سے بڑا سادھن ہے آستکتا اور ایشور پرائنتا، آستک بھاوناؤں سے جو دیو پار گیا جاتا ہے۔ اس کا کچھ آدھار ہوتا ہے۔ لیکن ناستکتا کا تو کوئی آدھار ہی نہیں ہوتا۔ اس لئے سروپر تھم تو یہی اوشیک ہے کہ منشیہ پربھو کی ستا کو مانے اور اچھی طرح وشواش کرے کہ اس کھیل کو وہی کرنے والے ہیں۔ اپنے آپ کو تو وہ ایک نمت ماتر ہی سمجھے۔ اس لئے جو کام کرے وہ ایشور کی پرسنتا کے لئے ہو۔ ایسا کرتے رہنے سے اس کے لئے پربھو پراپتی اپنے آپ ہو جاتی ہے۔ یہ تو اپنی منو برتی اور بھاونا کو تبدیل کر دینے سے ہی ہو سکتا ہے۔ اس کے لئے کسی جنگل میں جا کر سادھن ضروری نہیں ہے۔ جیون کے کاریہ کھشیتر میں ہی اسے یہ موقعہ مل سکتا ہے۔ گرہست میں رہکر ان خیالات کو پری پک کر لینے سے لینی گرہست ہوتے ہوئے بھی اس کے ہردے میں تیاگ برتی رہے۔ اور اس کا جیون سروتھا ایشور پرائن ہو۔ ارتھات وہ جو کام بھی کرے پربھو اچھیا کو پُورا کرنے کے لئے، کھانا یا بھوجن کرنا وہ اپنی جیبھا کا وشے نہ بنائے بلکہ صرف اُدر پُورتی کے لئے کھائے تاکہ ایشور بھجن اور ایشور پراپتی کے سادھن کے لئے شریر کام دیتا رہے۔ اگر اس کے ہردے میں یہ دھارنا پختہ ہو جائے کہ میں جو کھیل کھیل رہا ہوں وہ کیول ایشوری آگیا کو پالنے کے لئے ہے۔ میرا اس سے اتنا ہی سمبندھ ہے۔ جتنا لکھنے کے وقت قلم کا ان شبدوں سے ہوتا ہے جو وہ لکھتی ہے۔ لیکھ میں ہر ایک شبد لیکھنی کا ہی لکھا ہوا ہوتا ہے۔ لیکن ان کے ساتھ اس کا کوئی واسطہ نہیں ہوتا نہ وہ اس کے لئے جوابدہ ہوتی ہے۔ جس طرح سے اتنا لکھنے پر بھی لیکھنی اُس سے بالکل الگ اور نرلیپ رہتی ہے۔ اسی طرح سے منشیہ اگر دنیادی فرائض کو پورا کرتے ہوئے بھی یہی بھاونا قائم رکھے تو اُس کے سب کرم، اکرم ہو جاتے ہیں۔ شری بھگوان نے گیتا میں نویں ادھیائے کے آخری شلوک میں اور اٹھارہویں ادھیائے کے ۶۵ ویں شلوک میں دو دفعہ انہیں شبدوں میں فرمایا ہے۔

मन्मनाभव मद्भक्तो मद्याजी मां नमस्कुरु
मामेवैष्यसि युक्त्वैवमात्मानं मत्परायण।

ارتھات: اپنے من کو مجھ میں لگا دے، اور میرا سچا بھگت بن جا میرے لئے یگیہ کریا تم بلیدان کر دے مجھے نمسکار کر (پائیٹ کر ڈنڈوت کر) نشچے رُوپ سے ایسا کرنے سے تم مجھے پراپت کر لوگے۔

سرل بھاشا میں ان کا یہ مطلب ہے۔ کہ اے ارجن تو سب دنیادی پدارتھوں سے اپنا من ہٹا کر میرے

ہی حوالے کردے۔ میری ہی بھگتی کر۔ دُنیا کی اور کسی چیز کی پراپتی کی خواہش بالکل چھوڑ دے۔ اگر بھگوان کی بھگتی کسی خاص غرض کیلئے کی جاوے تو وہ بھگتی نہیں ہے۔ کپٹ ہے۔ کیونکہ ایسے بھگت کے من میں ایک خاص واسنا چھپی ہوئی رہتی ہے۔ جو وہ پرکٹ نہیں کرتا اور یہی کپٹ ہمارا بھگوان سے پریم کرنے میں بادھک ہو جاتا ہے۔ اُن سے ہمارا انسوارتھ سمبندھ نہیں بن پاتا۔ بھگوان کہتے ہیں کہ جن کے ہردے میں کوئی کامنا یا واسنا چھپی ہوئی نہیں ہوتی وہی بھگت مجھے پیارے ہیں۔ کپٹ مجھے پسند نہیں۔ دو پریمی آپس آپس میں یدی کپٹ کا وہار کریں تو پریم نہیں ہو سکتا۔ اسی طرح سے کامنا اور واسنا والا پُرش بھگتی نہیں کر سکتا۔ بھگوان کے لئے تو یہ کام بڑا اسگم ہوتا ہے کیونکہ ان کا جلدی چھٹکارا ہو جاتا ہے۔ وہ سوئنگ نہیں آتے کیونکہ ایسے ارتھارتھی بھگت ان کو تو چاہتے ہی نہیں اس لئے وہ کیوں آئیں۔ انکا کام ضرور بنا دیتے ہیں۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ وہ بھگت بھگوان کو پیارے نہیں کیونکہ ان کے لئے تو انہوں نے گیتا کے بارھویں ادھیائے میں بہت کچھ کہا ہے۔ مثلاً سم بدھی یکت۔ دویش انت۔ ننداستتی سے خوش یا ناخوش نہ ہونے والا۔ جس کو کسی چیز کی بھی اچھا نہیں جو ہرش شوک سے رہت ہے۔ متر اشتر کو ایک سمان جانتا ہے۔ جس کے لئے مان اپمان دکھ سکھ سب برابر ہیں۔ جس کا من درڑھ ہو چکا ہے۔ انکیت ہے یعنی اپنے لئے کوئی خاص مکان نہیں بنواتا۔ (جیسے آجکل کے مہاتما بڑے بڑے آشرم بنواکر ان میں بڑے ٹھاٹھ سے رہتے ہیں) وغیرہ۔ یہ لکشن ہیں جو بھگوان کے سچے بھگت میں از خود پیدا ہو جاتے ہیں۔ یعنی ایسے بھگت جو سوائے بھگوان کے کچھ نہیں چاہتے جو اپنے سب کرم ان کے ارپن کر دیتے ہیں۔ دن رات انہیں کے دھیان اور چنتن میں مست ہیں۔ جو اپنی سب اندریاں ان کے بھجن میں ہی لگا دیتے ہیں۔ یعنی بانی سے جپ۔ انگلیوں سے مالا پھیرنا اور ہاتھ سے بھگوان کی سیوا پوجا کرنا۔ ان کے نام پر دان دینا۔ کسی کو بھوجن کرانا۔ نیتروں سے اُنکی منوہر چھبی کے درشن کرنا۔ کانوں سے ان کے گنانواد سُننا۔ پاؤں سے ان کے درشنوں کے لئے مندر آدی یا کسی ایسے ستھان پر جانا جہاں بھگوان کے چرن پڑ چکے ہوں۔ آدی آدی جو بھگت اس طرح سے بھگوان کی پراپتی کے لئے تت پر ہو جاتا ہے۔ دنیاوی سمبندھیوں سے موہ نہیں کرتا تو بھگوان فرماتے ہیں کہ ایسے بھگت کو میں بہت شیگھر سنسار ساگر سے پار کر دیتا ہوں۔ اس لئے بھگوان ارجن کو چیتاونی دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ہے ارجن تو اپنا من مجھ میں لگا دے۔ بدھی سے میری پراپتی کا چنتن کر۔ اس سے نسندیہ تو مجھے پراپت ہوگا۔ اگر تو یہ ابھیاس کرنے کے یوگیہ نہیں ہے تو سب کرموں کو میرے ارپن کر دے۔ اگر یہ نہیں کر سکتا تو گیان دوارہ میری پراپتی کر کیونکہ وہ ابھیاس سے اونچا درجہ رکھتا ہے۔ اور اس سے دھیان نشٹھ ہونا اور بھی بڑھ کر ہے۔ لیکن اگر ان سادھنوں میں سے تم کوئی بھی گرہن نہ کر سکو تو پھر نشکام کرم یوگ کو ہی اپناؤ۔ جس سے تمہارا بیڑا پار ہوگا۔ جس کا مطلب یہ کہ بغیر کامنا کے کرتے جاؤ۔ یعنی ان کے پھل کی اچھا مت کرو۔ ان کا پھل مجھ پر چھوڑ دو۔ یدی ایسا کرو گے تو اوشیہ ہی شانتی کو پراپت ہوگے" یہ شری بھگوان کے اپنے الفاظ ہیں۔ اگر ہم ان کو چھوڑ کر ادھر ادھر کسی کی رہنمائی کے لئے بھٹکیں تو پھر اس میں دوش کس کا ہے۔

کہتا ہے کہ کاگ بھشنڈی کو آٹھ سدھی اور نو ندھی (لینے کو کہا گیا۔ اُس نے سویکار نہ کیا پھر اُسے کہا گیا کہ یہ لو) لے لو، البشور یہ لے لو۔ اس طرح انیکوں وستوئیں اُسے دینے کے لئے تیار ہو گئے۔ کاگ بھشنڈی کو وچار کرنے پر یہ معلوم ہوا کہ اتنی چیزیں تو آپ مجھے دینے کو تیار ہو گئے۔ لیکن اپنے چرن کملوں کی بھگتی کا کوئی ذکر ہی نہیں کیا۔ اس کے بغیر بھلا باقی وستوؤں کی کیا قدر و قیمت ہے۔ بھگتی کے بغیر تو یہ سب بغیر نمک کے کھانے والی بات ہے۔ اس لئے کاگ بھشنڈ جی نے کہا کہ بھگون مجھے یہ چیزیں نہیں چاہئیں۔ مجھے تو کیول اپنی بھگتی دیجئے۔ جہاں اننیہ بھگتی ہوتی ہے (یعنی ایک ہی

اشٹ دیوکی) وہاں یہ سب چیزیں ہوتے (اپنے آپ) ہی آجاتی ہیں۔ جیسے سریتائیں یا ندیاں ہمیشہ ساگر کی طرف ہی بہتی رہتی ہیں اور انت میں اسی میں جا ملتی ہیں۔ جب موکش جیسی چیز بھی جو اتنی دُرلبھ ہے اس طرح سے مل سکتی ہے تو اور چیزوں کا تو ذکر ہی کیا ہے۔ گوسائیں تلسی داس جی کہتے ہیں کہ رام بھگتی سے موکش بڑی سُگمتا سے مل جاتی ہے۔ اور شریمد بھاگوت میں کہا گیا ہے۔ کہ مُکتی بھگتی کی داسی ہے۔ کلجگ میں لوگوں کے پاپوں کو دیکھ کر مُکتی چلی گئی تو بھگوان نے بھگتی بھیج دی ساتھ میں گیان اور ویراگ بھی جو اُس کے پُتر ہیں۔ جہاں ماتا ہوتی ہے وہاں پُتر ہوتے ہی ہیں۔ کیونکہ ماتا کے بغیر پُتر اُتپن نہیں ہو سکتا۔ اس طرح سے بغیر بھگتی کے گیان اُتپن نہیں ہو سکتا۔ ویراگ اس کا بڑا بھائی ہے۔ ویراگ اور گیان سے شُونیہ بھگتی کو ویدک بھگتی نہیں کہا جاتا۔ بھگتی سے ایشوریہ نہیں چھوٹ سکتا۔ بھگتوں کو یہ پراپت نہیں ہو سکتا۔ سمپتی ان کی ہی [illegible] ہے۔ جو بھگوان کے بھگت ہیں اور اُسے پنیہ میں لگاتے ہیں۔ مندودری نے راون کو سمجھایا تھا کہ بھگوان سے بے مُکھ ہونے پر ہماری سمپتی نہیں رہ سکتی۔ دھن کی تین گتیاں بتائی گئی ہیں۔ دان۔ بھوگ اور ناش۔ دان کرنا اس کا ٹھیک استعمال ہے۔ اس سے کم درجہ ہے بھوگ کا۔ اگر یہ بھی نہ ہو سکتا ہو تو وہ دھن پھر ناش ہی ہوگا۔ چور یا ڈاکو اُسے ہر لیں گے اور ہمیں یہ بات دیکھنے میں آئی ہے۔ کہ پاپی اور بھگوت بے کھتوڑی دیر کے لئے سُکھی ہوتے ہیں۔ اور پھر انہیں دُکھ ہی بھوگنے پڑتے ہیں۔ جو پُرش پہلے ادھرم کرتے ہیں۔ تو بھگوان اُسے خوب بڑھاتے ہیں۔ تھوڑی دیر کے لئے۔ لیکن اس کے بعد ان کا پتن شروع ہو جاتا ہے۔ کیونکہ واستو میں شری اور دبے تو دھرم سے ہی پراپت ہوتی ہے۔ جیسے کہ گیتا کے آخری شلوک میں کہا گیا ہے۔

یتر یوگیشورہ کرشنو یتر پارتھو دھنر دھرہ
تتر شری وجیو بھوتر دھرو انیترمتی مم

باقی پھر

بھگوت پریم کی لہریں

از حکیم رمل داس مضطر

(۱)

چیونٹی سے ہاتھی تلک جتنے لکھو گورو دیہہ
سب کو سکھ دیو سدا پرم بھگتی ہے ایہہ

تشریح :- بھگتی کئی پرکار کی ہے۔ جس کی تشریح دھرم شاستروں میں درج ہے۔ مگر سب سے اعلےٰ بھگتی یہی ہے کہ جہاں تک ممکن ہو۔ ہر ایک جاندار کو سکھ دینا چاہیئے۔ من۔ وچن اور کرم سے ایسا کوئی فعل نہ ہونا چاہیئے کہ کسی کو دکھ ملے۔ اور یہ اوستھا اس وقت پراپت ہوتی ہے جب ہر دھیہ میں یہ یقین رہے کہ ہر جاندار میرے بھگوان کا مندر ہے۔ اور اس کے اندر میرا بھگوان مراجمان ہے پس کسی بھی جاندار کی سیوا کرنا۔ درحقیقت سویم بھگوان کی ہی سیوا کرنا ہے۔

(۲)

دیہہ۔ دھام۔ دھن۔ ناری۔ ست جونہ ان میں آسکت
پرم ہنس تہیں جانیئے۔ گھر ہی ماہیں ورکت

تشریح :- جس کو اپنے شریر کا موہ نہیں۔ گھر کے ساتھ تعلق نہیں۔ دھن کا لوبھ نہیں۔ عورت کے ساتھ پیار نہیں۔ اولاد کے ساتھ الفت نہیں۔ ایسا شخص پرم ہنس ہے۔ وہ گھر میں رہتا ہوا بھی تیاگی ہے۔ وہ راج رشی ہے۔ وہ ہر ایک کے ساتھ رہتا ہوا۔ ان کے ساتھ یتھا یوگیہ برتاؤ کرتا ہوا بھی اپنے آپ کو آزاد رکھتا ہے۔ اور اپنے آپ میں سنتشٹ رہتا ہے۔

(۳)

شیش سپھل سنتن نوے۔ ہاتھ سپھل ہری سیو
پاؤ سپھل ست سنگ گت۔ تب پاوے کچھ بھیو

تشریح :- سر کی سپھلتا یا بڑائی یعنی عظمت اسی میں ہے۔ کہ وہ مہاپرشوں کے آگے جھک جائے۔ غرور نہ ہو۔ ہاتھوں کی بڑائی اس میں ہے۔ کہ وہ بھگوان ہری (ہر ایک روپ میں بسنے والے) ہری کی سیوا کریں۔ اور پاؤں ست سنگ کی طرف ہی چلیں۔ جو انسان اپنے سر۔ ہاتھ اور پاؤں کو اس طرح استعمال کرتا ہے۔ وہی انسان کچھ بھید پا سکتا ہے یعنی ایسے انسان کو ہی بھگوان اور بھگوان کی بھگتی کا کچھ پتہ لگتا ہے۔ اور وہ اپنے اندر بھگوت پریم کا آنند لیتا ہے۔

(۴)

تن پوتر سیوا کیئے ۔ دھن پوتر کر دان
من پوتر ہری بھجن کر ہوت ترودھی کلیان

تشریح :۔ صابن سے مل مل کر نہانے سے تن پوتر نہیں ہوتا ۔ بلکہ دُکھی اپاہج ۔ غریب اور ہر ضرورت مند کی جائز سیوا کرنے سے ہی پوتر ہوتا ہے ۔ کھانے پینے موج اُڑانے یا اکٹھا کرنے سے دھن پوتر نہیں ہوتا ۔ بلکہ کسی کی جائز حاجت روائی کرنے سے ہی یہ پوتر ہوتا ہے ۔ اور من کی پوترتا اسی میں ہے ۔ کہ وہ ہر وقت ہری سمرن میں مست رہے ۔ جو انسان اس طرح زندگی بسر کرتا ہے ۔ اپنے تن دھن اور من کو اسطرح استعمال کرتا ہے ۔ وہ تین پرکار کے (ادھیاتمک ۔ ادھی بھوتک ۔ ادھی دیوک) دُکھوں سے بچا رہتا ہے ۔

(۵)

دھک مانش تن بھگتی بن دھک مِتی بنا وِویک
وِدیا دھک نشچا بناں دھک سُکھ بن ہری ٹیک

تشریح :۔ دھکار ہے اُس منش شریر کو کہ جس کے من میں بھگوان کی بھگتی نہیں ۔ ارتھات بھگوت پریم نہیں ۔ دھکار ہے اُس عقل پر ۔ کہ جو ست است کا وچار نہیں کر سکتی ۔ دھکار ہے اُس علم پر ۔ کہ جس میں یقین نہیں ۔ اور دھکار ہے اُس سُکھ پر جو اندریوں سے حاصل ہوتا ہے ۔ فانی ہے ۔ اور جس کے پس پشت بھگوان کا یقین نہیں ۔ مطلب یہ کہ ۔ سچا سُکھ دائمی سُکھ ۔ صرف بھگوت پریم سے ہی حاصل ہوتا ہے ۔ اس سُکھ کے علاوہ باقی جس قدر بھی دُنیا وی سُکھ ہیں وہ سب ناشمان ہیں ۔ اور ان کا انجام دُکھ ہی ہے ۔

(۶)

وِدیا ۔ بَل ۔ دھن ۔ رُوپ ۔ یش ۔ کُل ۔ ست ونتا مان
سبھی سُلبھ سنسار میں ۔ دُرلبھ آتم گیان

تشریح :۔ ودیا حاصل ہو سکتی ہے ۔ طاقت بھی پیدا کی جا سکتی ہے ۔ کمانے والے دولت بھی کما لیتے ہیں خوبصورتی بھی کسی حد تک مل سکتی ہے ۔ شُبھ کرموں سے نیک نامی بھی مِل جاتی ہے ۔ اعلےٰ خاندان میں پیدائش بھی ممکن ہے ۔ سچا دوہار بھی کیا جا سکتا ہے ۔ اور عزت بھی مِل سکتی ہے ۔ ان سب کے لئے معمولی سا پرشارتھ کرنا پڑتا ہے ۔ تھوڑی سی اور مناسب تدبیر سے یہ سب پراپت ہو جاتے ہیں ۔ اِن کا ملنا آسان ہے ۔ مگر آتم گیان جو زندگی کا اصلی مقصد ہے بہت مشکل سے حاصل ہوتا ہے ۔ بلکہ یہ کہنا عین موزوں ہوگا ۔ کہ مندرجہ بالا تمام باتوں سے دل اُٹھانا آتم گیان کی طرف پہلا قدم ہے ۔

ارتھات ۔ ایک آتم گیانی کی نظر میں مندرجہ بالا تمام باتیں کچھ بھی وقعت نہیں رکھتیں ۔ وہ سمجھتا ہے اور پورا یقین رکھتا ہے ۔ کہ آتم گیان سے جو سُکھ پراپت ہوتا ہے ۔ مندرجہ بالا باتوں میں اُس سُکھ کا عشر عشیر بھی نہیں مل سکتا کیونکہ یہ تمام سُکھ فانی چھن بھنگر ہیں ۔ اور بیرونی لوازمات کے مرہون منت ہیں ۔ مگر ان کے بالمقابل آتم گیان کا سُکھ لافانی ۔ دائمی ہے ۔ اور اپنے آپ میں ہی ملتا ہے ۔

ایک سبب

از شری آنند کپور

پیار و غضب سے آگے۔ رنج و طرب سے آگے
چلنا پڑیگا طالب۔ راہِ طلب سے آگے

حسنِ عمل کے صدقے کرکے نصیب یاور
آؤ کہ بڑھ چلیں اب حسب و نسب سے آگے

منزل پہ پہنچ کر بھی دیدارِ یار مشکل
جب تک گذر نہ لینگے حدِ مذہب سے آگے

راہ کی رنگینیوں پہ مست ہو گئے ہو ہمدم
تم ہی کہو کہ کیونکر پہنچوگے سب سے آگے

حسبِ ہدایتِ حادی پرہیز کر نہ پائے
افسوس بڑھ سکے نہ اسی اک سبب سے آگے

دیکھیں توجہ اُن کی ہوتی ہے کب بڑوں پر
اچھے تو بڑھ چکے ہیں دیکھو وہ کب سے آگے

آؤ جھکا دیں سر ہم آنند کے آستاں پر
اِک دُنیا جھک رہی ہے پاسِ ادب سے آگے

سنت ایکناتھ

معزز ناظرین! ذیل میں ایک ایسے مہاپُرش کے حالاتِ زندگی سپُردِ قلم کئے جاتے ہیں۔ کہ جو آپ کے لئے مشعلِ ہدایت کا کام دیں گے اور آپ کے دلوں میں ایشور بھگتی اور پریم کے شعلے بھڑکا دیں گے۔

بھگت سرشیٹ بھانوداس کے ارجمند جگر پانی چکر پانی کے لختِ جگر سُورج نارائن اور سورج نارائن کے صاحبزادے ایک ناتھ تھے۔ ان کا جنم سمت ۱۵۱۰ کے لگ بھگ ہُوا تھا۔ اس یوم مبارک میں مُول نچھتر کا مہورت تھا۔ جب کہ یہ نچھتر جوتش شاستر کے رُو سے مولود کے والدین کے حق میں منحوس قرار دیا جا چکا ہے۔ لہٰذا ان کے پیدا ہوتے ہی ان کے والد بزرگوار کا انتقال ہو گیا اور اس کے کچھ عرصہ بعد ان کی والدہ ماجدہ بھی اس جہانِ فانی سے رخصت ہو گئیں۔

ان کے پِتا بزرگوار سُوریہ نارائن ایک نہایت ہی بلند اخلاق انسان اور ان کی والدہ رُکمنی ایک اوّل درجہ کی شوہر پرست اور عصمت شعار خاتون تھی۔ ایک ناتھ کی پرورش ان کے دادا نے بڑے ناز و نعمت سے کی تھی۔ ایک ناتھ بچپن سے ہی بڑے دانشمند، خوش اعتقاد اور خدا پرست واقع ہوئے تھے۔ جب اُن کی عمر چھ سال کی ہو گئی۔ تو اُن کا یگیو پویت سنسکار (جنیو پہنانے کی رسم) ہُوا۔ اس کے بعد انہیں اعلیٰ تعلیم دی گئی۔ رامائن مہابھارت وغیرہ کئی ایک پُران انہوں نے بچپن میں ہی سُن لیے۔ بارہ سال کی عمر میں ان کے دل میں ایشور بھگتی کا وہ شعلہ روشن ہُوا

کہ جس کے نور سے ان کی آتما جگمگا اُٹھی اور بھگوان سے ملانے والے ست گورو یعنی خداوندِ حقیقی سے ملاپ کرانے والے مرشدِ کامل کے لئے اُن کی رُوح بے قرار ہو اُٹھی۔ اسی عالمِ اضطراب میں رات کے چوتھے پہر کسی شوالے میں بیٹھے ہوئے یہ ہری گُن گا رہے تھے اور ایشور پریم کے نشہ میں سرشار تھے کہ یکایک انہیں یہ آکاش بانی سُنائی دی کہ "جاؤ دیوگڑھ میں۔ وہاں جناردھن پنت کے درشن کرو۔ وہ تمہارا کرتارتھ کریں گے اور تمہاری دلی مُراد بر لائیں گے"۔ یہ سُننا تھا۔ اُنہوں نے آؤ دیکھا نہ تاؤ بغیر کسی سے کچھ کہے سُنے روانہ ہو پڑے۔

وہ دن اور رات متواتر سفر کرتے ہوئے تیسرے دن علی الصبح دیوگڑھ میں جا پہنچے، وہاں انہیں شری جناردھن پنت کے درشن ہوئے۔ اُنہوں نے ان کے چرن پکڑ لئے۔ گورو چیلے کا یہ ملاپ سمت ۱۵۲۲ میں ہُوا۔ ایک ناتھ جی چھ سال تک لگاتار اپنے قابلِ تعظیم گورو کی خدمت میں مصروف رہے اس گورو سیوا کے زمانے کے دوران میں ان کا معمول یہ تھا کہ ہر روز گورو جی کے خوابِ راحت سے بیدار ہونے سے پہلے ہی یہ بستر سے اُٹھ بیٹھتے تھے۔ اور رات کو جب تک گورو جی خوابِ غفلت میں محو نہ ہو جاتے تھے۔ تب تک یہ سونے کا نام نہ لیتے تھے جب گورو جی بغرضِ اشنان اُٹھتے۔ تو یہ برتن میں پانی بھر دیتے۔ دھوتی کو ٹھیک ٹھاک کر کے اُن کے ہاتھ میں دے دیتے تھے۔ پوجا کا تمام سامان پہلے ہی فراہم کر رکھتے۔ جب تک گورو جی پوجا میں مصروف رہتے۔ تب تک یہ پاس ہی بیٹھے رہتے

اور جس وقت بھی کسی چیز کی ضرورت پیش آتی یہ جھٹ آگے رکھ دیتے جب گورو جی کھانا کھا کر فارغ ہو جاتے تو انہیں پان لگا دیا کرتے اور جب وہ آرام کرنے لگتے۔ تو یہ پاؤں دبانے لگ جاتے۔ الغرض اپنے گورو کی ہر طرح سے خدمت بجا لانا اپنا مقدس فرض سمجھتے ہوئے اس کی ادائیگی میں ہمہ تن مصروف رہتے تھے۔

اب ایک اور مزے کی بات سنئے کہ جنار دھن سوامی جی نے انہیں کچھ دنوں کے لئے اپنا پرائیویٹ حساب کتاب سونپ رکھا تھا۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے۔ کہ رات کے وقت گورو جی کی سیوا سے فراغت پا کر یہ حسب معمول حساب کتاب کی پڑتال میں مصروف تھے جب کہ ایک پائی کا فرق نظر آیا۔ بس یہ ہاتھ دھو کر پیچھے پڑ گئے اور متواتر نو گھنٹے تک مغز پچی کرتے رہے۔ بالآخر جوئندہ یابندہ کی مثل کے مطابق وہ ایک پائی کی گڑ بڑ صاف ہو گئی۔ حساب مل گیا اور یہ اپنی دھن کے متوالے خوشی سے تالیاں بجانے لگے۔ اس وقت گورو جی اتفاقاً اپنی نیند سے بیدار ہو چکے تھے۔ تالیوں کی آواز سن کر جھروکے سے نیچے کی طرف جھانکا تو اپنے چیلے کو اس عالم بیخودی میں دیکھ کر فرمایا کہ ایک ناتھ! یہ خوشی کا کیا مقام ہے۔ انہوں نے نہایت ادب سے تمام ماجرا کہہ سنایا۔ اس پر گورو جی بولے کہ بیٹا! جتنی کوشش اور جدوجہد ایک پائی کا فرق نکالنے میں تم عمل میں لائے ہو۔ اور جس قدر مسرت کا اظہار تم نے اس وقت اسی کامیابی پر کیا ہے اسی قدر جد و جہد اگر تم دنیا کی سب سے بھاری الجھن کو سلجھانے میں کرتے تو کس قدر لطف روحانی سے بہرہ ور ہوتے۔

عزیز من! اگر اتنی ہی سرگرمی اور دماغ سوزی تم الشور پراپتی یعنی وصال حق کے لئے عمل میں لاؤ۔ تو دنیا کے تمام دکھوں سے چھوٹ کر راحت ابدی سے بہرہ اندوز ہو جاؤ گے۔

ان الفاظ کو ایک ناتھ نے گورو جی کی آشیرباد سمجھا اور احسانمندانہ انداز سے اُن کے پاؤں پر پیشانی رکھ دی۔ اس واقعہ کے کچھ عرصہ بعد گورو جی کی اپار کرپا سے انہیں مہرشی دتاتریہ کے درشن خواب میں ہوئے۔ ایکناتھ جی نے جب اِن کی طرف بہ نظر غور دیکھا۔ تو انہیں دتاتریہ کی شکل میں اپنے گورو مہاراج ہی جلوہ گر نظر آئے اور پھر اپنے گورو کی شکل میں بھگوان دتاتریہ کا ظہور دکھائی دیا۔ اس کے بعد انہیں کئی بار بھگوان دتاتریہ کے درشن ہوئے۔ اس واقعہ کو نہایت ہی مبارک فال تصور کرتے ہوئے گورو جی نے انہیں شری کرشن چندر آنند کند کی بھگتی کی تلقین کی اور کسی ایکانت پربت پر جا کر تپسیا کرنے کی ہدایت کی۔ شری ایکناتھ جی نے گورو کی آگیا کو سر ماتھے پر رکھتے ہوئے فی الفور کوہ مذکور کی راہ لی۔ اور کافی عرصہ تک گھور تپسیا میں مصروف رہنے کے بعد گورو جی کے قدموں میں آ حاضر ہوئے۔

اب گورو جی نے انہیں سنت سماگم یعنی مہاپرشوں کی ہم نشینی اور بھگونت بھجن کا پرچار کرنے کے لئے تیرتھ یاترا وغیرہ کا حکم دیا اور خود بھی کافی دور تک ان کے ہمراہ ہمسفر رہ کر واپس لوٹے۔ اسی سفر کے دوران میں ایک ناتھ جی نے چتر شلوکی بھاگوت پر ایک سندر ٹیکا یعنی تفسیر قلم بند کی۔ جو کہ ایک نایاب گوہر ہے۔ اس کتاب کو اپنے ہمراہ لے کر یہ پنج وٹی کی طرف روانہ ہو پڑے۔ یہاں پہنچ کر انہوں نے شری رام چندر جی کی منوہر مورتی کے سنمکھ یہ کتاب قابل تعظیم گورو کو کمال اشتیاق و عقیدت کے ساتھ پڑھ کر سنائی۔

تیرتھ یاترا سے فارغ ہو کر مہاراج ایکناتھ جی اپنے وطن پیٹھن کو واپس چلے آئے۔ لیکن وہاں پہنچ کر بھی وہ اپنے گھر میں داخل نہیں ہوئے بلکہ سیدھا پیپلیشر مہادیو کے مندر کا رخ لیا اور وہیں پر جا کر بسرام کیا۔ ان کے بوڑھے دادا دادی کئی سالوں سے اِن کی تلاش میں سرگرداں تھے اور انہوں نے ان کے جناردھن سوامی سے یہ اجازت نامہ حاصل کر لیا تھا کہ اب ایک ناتھ شادی کر کے گرہست آشرم میں داخل ہو سکتا ہے۔ اس لئے جب اُن کے دادا دادی اُن سے ملنے کے لئے جا رہے تھے۔ تو راستہ میں ہی اُن سے ملاقات ہو گئی۔ انہوں نے فرط محبت سے انہیں چھاتی سے لگا لیا اور ساتھ ہی اُن کے گورو کا مذکورہ بالا حکم دکھلایا۔ اس پر ایک ناتھ نے اپنی تیرتھ یاترا کا پروگرام ہی ختم کر دیا۔ چنانچہ گورو جی کے حکم کے مطابق اُن کی شادی بڑی دھوم دھام سے کی گئی۔ اُن کی دھرم پتنی جس کا نام گرجا بائی تھا ایک نہایت ہی سلیقہ شعار اور شوہر پرست خاتون تھی یہاں ان کی شادی کا تمام سلسلہ شروع سے اخیر تک دھرم

کے اصُولوں کے مطابق سرانجام ہُوا۔ اور ان کی خانہ داری کی زندگی نہایت پُرمسرت اور شانتمئی طریقہ سے لبریز تھی۔ چنانچہ ان کے گرہست آشرم کا روزانہ پروگرام یہ تھا۔

(۱) علے الصبح بہت سویرے ہی خواب راحت سے بیدار ہو کر ایشور کے نام کا جاپ کرنا۔ بعدازاں گورو مہاراج کا تصوّر دل میں لا کر ان کی حمد وثنا کے گیت گانا۔ اس کے بعد حاجات ضروری سے فارغ ہو کر گوداوری ندی کی طرف روانہ ہو جانا اور اشنان وغیرہ سے فراغت پا کر سندھیا بندن وغیرہ میں مصروف ہو جانا (۳) یہ تمام کام طلوع آفتاب سے پہلے ہی ختم کر کے گھر کی طرف مراجعت کر کے اور وہاں پہنچ کر گیتا اور شریمد بھاگوت وغیرہ کا پاٹھ کرنا یا کسی اور سے پڑھوا کر سننا (۴) دوپہر کے وقت پھر گوداوری کی طرف چل پڑنا اور اس کے کنارے پر آسن جما کر سندھیا ترپن وغیرہ سے فارغ ہو کر گھر کی طرف لوٹنا (۵) بعدازاں اگر اتفاق سے کوئی مسافر یا مہمان گھر میں آ داخل ہو تو اُس کی آؤ بھگت اور مہمان نوازی کمال ذوق وشوق اور اخلاص وعقیدت کے ساتھ بجا لانا (۶) اس کے بعد عالموں اور عابدوں کے ساتھ بیٹھ کر آتم چرچا کرنا (۷) سہ پہر کے وقت شری بھانو داس کی سیتھا پت کی ہوئی دیوتا کی مُورتی کے سامنے بیٹھ کر گیتا اور رامائن وغیرہ کے شلوکوں کو دوہرانا (۸) شام کے وقت پھر گوداوری کی طرف روانہ ہونا اور اشنان وغیرہ سے فارغ ہو کر سندھیا ترپن کے فرائض ادا کرنا جس کے بعد پھر گھر کو لوٹ آنا۔ اور بڑے پریم اور شردھا کے ساتھ بھگوان کی آرتی اُتارنا اور ستوتر وغیرہ گرنتھوں کے بھجن گانا (۹) اس کے بعد تھوڑی سی ہلکی پھلکی غذا تناول کر کے پھر آدھی رات تک بھگوت بھجن میں مصروف رہنا۔

ایک ناتھ جی برہمنوں کی بہت عزت کرتے تھے۔ ان کے ہاں ہمیشہ سدابرت جاری رہتا تھا۔ سب کو بھوجن وغیرہ کا سامان تقسیم کیا جاتا تھا۔ رات کو جب یہ کیرتن کرنے لگتے تھے اس وقت تمام محلہ کے لوگ ان کے ہاں آتے تھے۔ ان میں سے زیادہ تر ایسے سامعین بھی ہوتے تھے جو کہ وہاں ہی بھوجن پاتے تھے۔ ہر روز نئے نئے مہمان آتے رہتے تھے۔ اگرچہ ان کے ہاں ایک خاص ہجوم لگا رہتا تھا لیکن پھر بھی ان کا سارا کام مزے میں سرانجام پاتا تھا۔ وہ کبھی بھُول کر بھی فکر میں مُبتلا نہ ہوتے تھے۔ ان کے ہاں سخاوت اور گیان کی گنگا ہمیشہ بہتی رہتی تھی۔ سکونِ قلب، ستوادات، رحم اور ہمدردی۔ انکسار، بے غرضی۔ خدا پرستی وغیرہ وغیرہ۔ خدائی صفات کے مالک شری ایک ناتھ کے صرف دیدار سے ہی اَن گنت زن ومرد اپنے گناہوں۔ مصیبتوں اور دُکھوں سے نجات پا جاتے تھے۔ ان کی زندگی غلاموں کو آزاد بنانے، اسیروں کو نجات دلانے اور نجات یافتگاں کو حق پرستی کا سرورِ ابدی دلانے کے لئے وقف تھی۔ ان کی ہمدردی مجسم اور منزّا از گناہ زاہدانہ زندگی کے لاتعداد ایسے واقعات ہیں، جن سے ان کے غیر معمولی خدائی اوصاف ہویدا ہوتے ہیں ان کی زندگی کے چند حیرت انگیز واقعات کو ذیل میں حوالۂ قلم کیا جاتا ہے۔

(۱) ایک ناتھ جی مہاراج ہر روز گوداوری کے اشنان کے لئے جایا کرتے تھے۔ راستے میں ایک سرائے تھی، جہاں ایک نیچ شخص مقیم تھا۔ جو کہ اس راستہ سے آنے جانے والے ہندوؤں کو بہت تنگ کیا کرتا تھا۔ ایکدفعہ ایک ناتھ کو بھی اس نے بہت تنگ کیا، جب ایک ناتھ جی اشنان کر کے واپس آتے تو یہ اُن پر کُلی کر دیا کرتا تھا۔ ایک ناتھ جی مہاراج پھر ندی کی طرف لوٹ کر دوبارہ اشنان کر آتے۔ یہ بدبخت پھر وہی حرکت کرتا اور اس طرح پر انہیں دن میں پانچ پانچ چھ چھ بار اشنان کرنا پڑتا۔ ایک دن تو اس شیطانیت کی حد ہو گئی ایک سو آٹھ بار اس بے ایمان نے ان پر پانی سے کُلا کیا اور ایک سو آٹھ بار انہوں نے اشنان کیا۔ لیکن مہاراج کی شانتی اور راحت قلبی جوں کی توں برقرار رہی۔ یہ دیکھ کر وہ نامعقول اپنے کئے پر بہت نادم ہُوا۔ اور مہاراج کے چرنوں پر گر پڑا۔ اور اس وقت سے اس کی زندگی میں انقلاب عظیم رونما ہو گیا۔ کسی نے سچ کہا ہے کہ

گمرہی خود منزلِ مقصود کی ہے رہنما
خضر مل جاتے ہیں جن کو راستہ ملتا نہیں

(۲) ایک ناتھ جی کے پتا کا ایک دن شرادھ تھا۔ رسوئی تیار ہو گئی۔ مدعو شدہ برہمنوں کے انتظار میں آپ دروازے میں کھڑے تھے کہ ایک طرف سے کچھ اچھوت لوگ آ نکلے طرح طرح کے کھانوں کی خوشبو جب اُن کے دماغ میں پہنچی تو وہ بے ساختہ آپس میں یوں کہنے لگے کہ کیسی خوشبو آ رہی ہے کہ اگر بھوک نہ بھی ہو تو بھی لگ جائے۔ لیکن وائے افسوس کہ ہم لوگوں کی قسمت میں ایسے لذیذ کھانے کہاں ؟ ایک ناتھ جی مہاراج نے یہ بات سُن لی اور فوراً ہی ان فلک زدوں کو اندر بُلا کر تمام کھانا یک لخت کھلا دیا اور جو کچھ بچا وہ بھی گرجا بائی نے ان کے عیال و اطفال کو وہیں بلا کر کھلا دیا۔ برہمنوں کے لئے تب دوسری رسوئی بنی۔ لیکن جب مدعو شدہ ابھمانی برہمنوں کو اس واقع کا علم ہوا تو اُن کے غیض و غضب کی کوئی انتہا نہ رہی۔ اُنہوں نے ایک ناتھ کو دھرم بھرشٹ سمجھ کر بہت کچھ برا بھلا سُنایا۔ اور پھٹکار کر کہا کہ اب وشٹ ہوا ہے جیسے چنڈال کے ہاں ہم بھوجن نہیں کھائیں گے۔ اس پر ایک ناتھ جی مہاراج نے حسب دستور دوبارہ شرادھ کا سنکلپ کر کے پتروں کا دھیان اور آواہن کیا۔ یعنی اپنے بزرگوں کو تصور میں لا کر شرادھ کا بھوجن کھانے کے لئے مؤدبانہ دعوت دی۔ اور خدا کی قدرت دیکھئے۔ کہ پتروں نے سچ مچ مجسم صورت اختیار کر کے یعنی ظاہر ہو کر اور بڑے پریم سے شرادھ کا بھوجن تناول فرمایا۔ اور سیر ہو کر آشیرباد دینے کے بعد غائب ہو گئے۔

(۳) ایک دفعہ آدھی رات کے وقت چار اجنبی برہمن پیٹھن میں آئے اور بسیرا ڈھونڈتے ڈھونڈتے ایک ناتھ جی کے گھر آن پہنچے۔ ایک ناتھ جی نے ان کا پُر تپاک استقبال کیا۔ معلوم ہوا کہ برہمن بھوکے ہیں۔ اُن کی رسوئی بنانے کے لئے گرجا بائی تیار ہوئی۔ لیکن غضب یہ ہوا کہ گزشتہ کئی دنوں سے لگاتار بارش ہوتے رہنے کی وجہ سے گھر میں خشک ایندھن کا نام و نشان تک نہ رہا تھا۔ حیران تھے کہ اتنی رات گئے اب ایندھن کہاں سے آئے۔ ایک ناتھ جی نے پلنگ کی نوار کھول ڈالی اور پائے پٹیاں توڑ پھوڑ کر بطور ایندھن استعمال کر لیں۔ پاؤں دھونے کے لئے برہمنوں کو گرم پانی دیا گیا اور تاپنے کیلئے انگیٹھیاں دی گئیں۔ اور حسب خواہش بھوجن کھلایا گیا۔ برہمنوں نے خوب سیر ہو کر کھایا۔ اور ایک ناتھ جی پر تحسین و آفرین کے نعرے بلند کرنے شروع کئے۔

(۴) کاشی جی کی یاترا کر کے ایک ناتھ مہاراج جب پریاگ کا گنگا جل کمنڈل میں لئے رامیشور جا رہے تھے۔ تب رستہ میں ایک ریتلا میدان آیا۔ وہاں ایک گدھا مارے پیاس کے تڑپ رہا تھا۔ ایک ناتھ جی نے فی الفور اپنے برتن میں سے پانی لے کر اس کے منہ میں ڈالا۔ گدھا اسی وقت بھلا چنگا ہو کر وہاں سے چل دیا۔ ناتھ جی کے ہمراہی اور معتقد لوگ پریاگ کے گنگا جل کا ایسا برا استعمال دیکھ کر بہت کبیدہ خاطر ہوئے۔ ایک ناتھ نے انہیں سمجھایا کہ بھلے مانسو! بار بار سُنتے ہو کہ بھگوان گھٹ گھٹ واسی اور سرویاپک ہیں اور پھر بھی ایسے باؤلے بنتے ہو۔

"جو پرش سب پرانی دھاریوں (جیووں) میں سب
کے آتم روپ مجھ واسودیو کو ہی ویاپک دیکھتا
ہے۔ اور سمپورن بھوتوں کو مجھ واسودیو کے انتر
گت دیکھتا ہے۔ وُہ ہی میرا سچا بھگت ہے اس
کے اُدبھو میں میرے سوا اور کچھ ہوتا ہی نہیں۔
(گیتا ادھیائے چھ شلوک ۳۰-۳۱)

(۵) پیٹھن میں ایک طوائف رہتی تھی۔ وہ بڑی چالاک خوبصورت اور ناچ گانے وغیرہ میں ماہر تھی۔ ایک ناتھ مہاراج کا کیرتن سُننے کے لئے وُہ بھی کبھی کبھی جایا کرتی تھی۔ ایک دن مہاراج نے بھاگوت کا پنگلا کھیان کہا۔ اسے سُن کر اس طوائف کے من میں ویراگ پیدا ہو گیا۔ اُسے اپنے جسم سے نفرت پیدا ہو گئی۔ اُسے اپنے جسم کے نو دروازوں (منہ، ناک، آنکھ، کان وغیرہ وغیرہ) سے شب و روز غلاظت خارج ہوتی نظر آئی۔ وہ دل ہی دل میں افسوس کرنے لگی۔ کہ میں بھی کیسی بدنصیب ہوں جو چمڑے سے گھرے ہوئے اس ناپاک جسم کا مکروہ استعمال کرنے میں اپنی زندگی بسر کر رہی ہوں۔ روحانی مسرت کا مجھے خواب میں بھی احساس

نہیں ہوا۔ اسی طرح پر گڑھتی ہوئی وہ طواف اپنے گھر کا دروازہ بند کئے ہوئے گھر میں اکیلی ہی پڑی رہی۔ بار بار ایک ناتھ مہاراج کا سمرن کرتی تھی۔ اور یہ بھی سوچتی تھی۔ کہ مجھ جیسی گنہگار کو ایسے مہا پرش کی قدمبوسی کا فخر کہاں حاصل ہونے لگا۔ ایک دن وُہ انہی خیالات میں ڈوبی ہوئی تھی۔ کہ ایک ناتھ مہاراج گوداوری میں اشنان کر کے اسی راستے سے واپس آ رہے تھے۔ جھروکے میں سے اس نے مہاراج کو دیکھا۔ اور دوڑتی ہوئی نیچے آئی۔ بڑی بے قراری سے دروازہ کھول کر روندھے ہوئے گلے سے بولی۔

مہاراج! کیا اس پاپن کے گھر کو آپ کے چرن پوتر کرنے کی کرپا کر سکتے ہیں۔ اس پر مہاتما جی نے فرمایا۔ کہ یہ کونسی مشکل بات ہے یہ کہہ کر وہ اس کے گھر میں داخل ہو گئے۔ جس طرح سورج کی روشنی سے اندھیرا غائب ہو جاتا ہے۔ ویسے ہی ایک ناتھ جی کے پرتاپ سے وُہ خانہ خرابات ایشور بھگتی کا پوتر استھان بن گیا۔ وہ اب طواف نہ رہی۔ سچی توبہ سے اس کے تمام گناہ کافور ہو گئے۔ ایک ناتھ مہاراج کی کرپا سے اس کے دل پر بھگوان کے نام کی مہر ثبت ہو گئی۔ ایک ناتھ جی نے اسے (رام کرشن ہری) منتر دیا۔ اور نیک کاموں کی تلقین کی۔ اس واقعہ کے دس سال بعد جب اس فیض یافتہ عورت کا آخری وقت آیا تو تب وہ سری کرشن بھگوان کی موہنی مورت کے دھیان میں مگن تھی۔

ایک رات شری ایک ناتھ جی کا کیرتن سننے والوں کی بھیڑ میں چار چور گھس بیٹھے۔ اس نیت سے کہ کیرتن کے ختم ہونے پر جب سب لوگ اپنے اپنے گھر چلے جائیں گے۔ اور یہاں بھی سب لوگ سو جائیں گے۔ تو رات کی تاریکی میں اپنا کام بنا لیں گے۔ رات کے دو بجے کے لگ بھگ چوروں کو یہ موقع ملا۔ کچھ کپڑے اور برتن انہوں نے سنبھالے اور بھی ہاتھ صاف کرنے کی گھات میں ادھر اُدھر ڈھونڈھنے لگے۔ ڈھونڈھتے ڈھونڈھتے نزدیک پہنچے۔ اندر ایک دیپک ٹمٹما رہا تھا۔ اور ایک ناتھ مہاراج سمادھی لگائے بیٹھے تھے۔ یہ نظارہ ان چوروں نے دیکھا اور دیکھتے ہی اندھے ہو گئے وہ نکل بھاگنا ہی چاہتے تھے۔ کہ اپنے ہی چرائے ہوئے برتنوں سے ٹھوکر کھا کر نیچے گر پڑے۔ مندر سے ایک ناتھ جی مہاراج باہر نکلے۔ پوچھا کون ہے؟ چور رونے اور گڑگڑانے لگے۔ کہ مہاراج ہم لوگ پاپی ہیں۔ چھما کریں۔ مہاراج نے ان کی آنکھوں پر ہاتھ پھیرا۔ ہاتھ پھیرتے ہی ان کی بینائی عود کر آئی۔ ساتھ ہی ان کی عقل نے بھی پلٹا کھایا۔ اور ان کے من پاپوں سے ہٹ گئے۔ ایک ناتھ جی مہاراج نے انہیں چرائے ہوئے برتن و کپڑے اپنے ہی ساتھ لے جانے پر اصرار کیا۔ نہ صرف یہی بلکہ اپنی انگلی سے ایک قیمتی انگوٹھی بھی اُتار کر ان کے آگے رکھ دی کہ یہ بھی لے جاؤ۔ بس پھر وہ چور نہایت ہی نادم ہوئے اور مہاراج کے چرنوں پر سر رکھ کر بار بار اپنے گناہوں کی معافی چاہی۔ اور آئندہ کے لئے نیک چلنی کی زندگی بسر کرنے کا پرن کر کے وہاں سے رخصت ہو گئے۔ الغرض اسی طرح کی پراُپکار سے بھری ہوئی زندگی بسر کرتے ہوئے اور بھگتی پریم پوترتا اور سچی قربانی کی تعلیم ہر خورد و کلاں کو دیتے ہوئے وُہ آخر سمت ۱۹۵۶ بکرمی میں اس جہان فانی سے رحلت فرما گئے۔

آواز دے کہاں ہے

(از کوی لوکناتھ دِل)

تیرے بغیر پیارے! بے تاب دِل یہاں ہے
آواز دے کہاں ہے؟
ہر دن گزر رہا ہے۔ ہر رات جا رہی ہے
آنسو بہا بہا کر برسات جا رہی ہے
گر گر کے ٹھنڈی بوندیں انگار بن رہی ہیں
گیتوں کے بدلے ساون کے ساز میں فغاں ہے
آواز دے کہاں ہے؟
شمعِ حیات جھونکوں سے تھرتھرا رہی ہے
اور غم کی تیز آندھی چڑھتی ہی آ رہی ہے
ہر گام پر اندھیرا ڈیرہ جما رہا ہے
اب تو بھٹکنے کو ہی تاروں کا کارواں ہے
آواز دے کہاں ہے؟
جبکی کلی کلی کو تُو نے کھلا دیا تھا
اور جس کے طائروں کو گانا سکھا دیا تھا
مدت سے وہ چمن اب ویران سا پڑا ہے
برسوں سے اُس چمن پر چھائی ہوئی خزاں ہے
آواز دے کہاں ہے؟
تیرے بغیر دل پر وہ چوٹ آ پڑی ہے
بے رنگ ہر سماں ہے بے نور ہر گھڑی ہے
ہونٹوں پہ ٹھنڈی آہوں کا تار بندھ رہا ہے
آنکھوں سے گنگا جمنا اِک جوش سے رواں ہے
آواز دے کہاں ہے؟
دِن موت کے اُمڈ کر نزدیک آ رہے ہیں
وعدے مگر ملن کے اب بھی لبھا رہے ہیں
ویسے تو چھا گیا ہے ہر رنگ پر بڑھاپا
دُنیا مگر اُمید دل کی آج بھی جواں ہے
آواز دے کہاں ہے؟
تیرے بغیر پیارے! بے تاب دِل یہاں ہے

بھگوان کے دربار میں

ہر شے میں جلوہ تیرا ہر شے میں نور تیرا
تو ہے نہاں مگر ہے پھر بھی ظہور تیرا
ہم کیوں مقام سمجھیں بالائے طور تیرا
لہرا رہا ہے ہر سُو دریائے نور تیرا
معمور دونو عالم کیا کیا تجلیوں سے
ذرّوں میں حسن تیرا تاروں میں نور تیرا
یہ مدعا ہے میرا یہ آرزو ہے میری
آنکھوں میں جلوہ تیرا دل میں ہو نور تیرا
کیا بلبلوں کا نالہ کیا قمریوں کا نغمہ
کرتے ہیں ذکر یارب ہر جا ظہور تیرا
ان پر ہو کیا بھروسہ اعمال تو برے ہیں
بس ہم کو آسرا ہے ربِّ غفور تیرا
ہر صاحبِ خرد ہے قدرت کا تیری قائل
بندہ ہے صدقِ دل سے ہر ذی شعور تیرا
سو راحتیں عطا کیں سو نعمتیں بھی بخشیں
ہے لطفِ خاص مجھ پر ربِ غفور تیرا
علم و عمل کی دولت دے مجھ کو دینے والے
ہو جائے فضل مجھ پر ربِ غفور تیرا
یارب ہو کیا فضا کو اندیشۂ معاصی
ہے بحرِ فیض جاری نزدیک و دور تیرا

دیا دھرم

از ایڈیٹر

न ताडयति नो हन्ति प्राणिनो ऽन्यांश्च देहिनः।
यो मनुष्यो मनुष्येन्द्र तोष्यते तेन केशवः ॥
(विष्णु पुराण)

جو شخص کسی پرانی اتھوا برکش آدی ایک دیہ دھاریوں کو پیڑت اتھوا نشٹ نہیں کرتا اُس سے شری کیشو سنتشٹ رہتے ہیں۔ (وشنو پران)

دیا دھرم کا مُول ہے نرک مُول ابھیمان
تُلسی دیا نہ چھوڑیئے جب لگ گھٹ میں پران (سنت تُلسی داس جی)

अभयं सत्त्व संशुद्धिर ज्ञान योग व्यवस्थितिः ।
दानं दमश्च यज्ञश्च स्वाध्यायस्तप आर्जवम ॥
अहिंसा सत्यमक्रोधस् त्यागः शांतिरपैशुनम ।
दया भूतेष्व लोलुप्त्वं मार्दवं ह्रीरचापलम ॥
तेजः क्षमा धृति सौचम अद्रोहो नातिमानिता ।
भवंति संपदं दैवीम अभिजातस्य भारत ॥
दंभो दर्पो ऽभिमानश्च क्रोधः पारुष्यमेव च ।
अज्ञानं चाभिजातस्य पार्थ संपदमासुरीम ॥ गीता अ॰ १६

(شری بھگوان گیتا ادھیائے ۱۶ شلوک ۱تا۴ میں فرماتے ہیں)

(منظوم ارتھ)

اندریوں کا ضبط، بے خوفی، صفائی قلب کی!
دان، یگیہ، ویدوں کا پڑھنا اور ریاضت سادگی
پھل کی خواہش چھوڑنا، غصہ نہ ہونا، شانتی
غیبت اور نندا سے بچنا، رحم کرنا، راستی
شرم، نرمی اور اہنسا، رہنا شوخی سے بری
گیان میں اور یوگ میں دل کی ہمیشہ قائمی
رُعب، استقلال اور پاکیزگی، عفو خطا!
دشمنی سے دور رہنا، کبر سے ہونا رہا
ہوتے ہیں حاصل اُسے، ارجن بخوبی جان لو
پیدا دیوی سمپتی میں ہوتا ہے انسان جو
غصہ، بے رحمی، تکبر، مکر، بے سمجھی، غرور
آسری خصلت کے انسانوں میں ہے اُن کا ظہور

باعثِ آزادی انساں ہے دیوی سمپتی بندھنوں میں ہے پھنساتی آسروں کی سمپتی

تو ہوا ہے پیدا دیوی سمپتی میں ڈر نہیں

فکر اور افسوس ارجن دل میں کوئی کر نہیں (ماخوذ از گیتا شری جگو پال جی)

آج کل روحانیت سے بے بہرہ لوگ جنہوں نے دھرم کرم کو تلانجلی دے رکھی ہے۔ اور دھرم کے سناتن اصولوں کو بھی اپنی من مرضی سے تبدیل کرنا چاہتے ہیں۔ وہ لوگوں میں یہ ظاہر کر رہے ہیں کہ ہندوؤں کا پتن محض اسی وجہ سے ہوا۔ کہ اُنہوں نے "دیا دھرم" کو اپنایا۔ اگر ہندوؤں میں سے دیا بھاؤ کا ناش ہو جاوے تو آج بھی یہ قوم ترقی کر سکتی ہے۔ جیسے کہ یورپ کے لوگ کر رہے ہیں +

ذرا غور فرمایئے کہ اُن کا یہ خیال کہاں تک درست ہے۔ اوّل تو یہ کہ جس مادی ترقی سے اُن کی آنکھیں چندھیا گئی ہیں وہ اصلیت میں ترقی نہیں بلکہ روحانی نکتہ نگاہ سے آتمک گیان کی پراپتی میں ایک زبردست رکاوٹ ہے۔ یہ صرف ہمارے پراچین رشی منیوں کا ہی تجربہ اور خیال نہیں بلکہ حضرت یسوع مسیح کا بھی فرمان ہے کہ "سوئی کے ناکے سے ہاتھی کا گزر جانا تو ممکن ہو سکتا ہے لیکن ایک دولتمند (مایا ابھیمانی) پُرش کا ایشور کو پراپت کرنا اسمبھو ہے۔"

گویا جس مادی ترقی کو ترقی سمجھا جا رہا ہے وہ درحقیقت ترقی نہیں بلکہ روحانی تنزلی ہے اور اسی کا ہی نتیجہ ہے کہ گذشتہ جنگ میں یورپ تباہ ہو چکا ہے۔ اگر یورپ کے لوگ مایا پرست نہ ہوتے اور حقیقت کو پہچانتے تو اُن کی یہ تباہی ہرگز نہ ہوتی۔

دُنیا میں آجکل خدا کی پرستش نہیں ہو رہی بلکہ مذہب کی آڑ لیکر اپنی غرضوں کو پورا کیا جا رہا ہے۔ ایسے مذہبی جنونیوں کو یاد رکھنا چاہیئے کہ یہ انسان دُنیا کو تو دھوکا دے سکتا ہے۔ لیکن خدا کو نہیں۔ ظلم کا نتیجہ کبھی بھی اچھا نہیں ہو سکتا ایسے دُشٹ آتما اور اتیاچاری لوگ دوسروں کو نیست و نابود کرنے والے خود ہی مٹ جایا کرتے ہیں۔ ہسٹری شاہد ہے کہ زمانہ قدیم میں ہرناکھش اور راون جیسے مہابلی جن کا تمام سنسار پر راجیہ تھا اور جنہوں نے دیوتاؤں سے ایسے ایسے ور حاصل کیے ہوئے تھے۔ جن کا خواب بھی اس زمانہ کے لوگ نہیں لے سکتے۔ وہ بھی اپنی کرنی کا پھل پا کر اس جہان فانی سے کوچ کر گئے۔

یاد رہے کہ قانونِ قدرت اٹل ہے۔ پاپ کرموں کا پھل اوشیہ ہی ملیگا۔ اورنگ زیب نے ایڑی چوٹی تک کا زور لگایا کہ ہندوؤں کو ختم کر دے اور باوجود اس کے کہ وہ تمام ہندوستان کا حکمران تھا لیکن پھر بھی وہ اپنی اس مکروہ خواہش کو پُورا نہ کر سکا۔ بلکہ بابر اور اکبر کی وسیع سلطنت کو بدنما دھبہ لگا کر اُسے برباد کر گیا۔ ہمیشہ نیک اعمال ہی دُنیا میں ترقی کا موجب ہوتے ہیں پاپ کرموں سے آج تک کسی نے بھی ترقی نہیں کی۔ آج دُنیا دھرم کو تلانجلی دے کر پاپ کرموں میں پرورت ہے۔ جو کہ اس کی تباہی کا موجب بن رہے ہیں۔

ہمیں کبھی بھی دھرم کے وِرُدھ پاپ اور اتیاچار نہیں کرنے چاہیئں۔ ہمارا پراچین اتہاس پکار پکار کر کہہ رہا ہے کہ ہمیشہ دھرم کی ہی وِجے ہوتی ہے۔ دُشٹ آتما ہرناکش کو مارنے کے لیے بھگوان نے نرسنگھ رُوپ دھارن کیا۔ جب راون کے پاپ کرم بڑھے تو بھگوان رام اوترن ہوئے۔ جب اتیاچاری کنس نے ظلم و تشدد شروع کیا تو بھگوان کرشن نے اُس کا ناش کیا۔ اورنگ زیب نے جب مذہبی جنون کے باعث اپنی رعایا کو تنگ کیا تو گورو گوبند سنگھ جی اور چھترپتی شیواجی پرگٹ ہوئے اور دھرم کی رکھشا کی۔ اِس ــــــ اسعد سے صاف ظاہر ہے کہ ہمیشہ دھرم کی ہی وِجے ہوا کرتی

اس لئے اپنے پراچین دھرم مارگ کو تیاگ کر دیا، اہنسا وغیرہ دیوی سمپدا کے کلیان کاری گنوں کو ہرگز نہیں چھوڑنا چاہیئے۔ ہمارے بزرگوں نے ہمیشہ دھرم کی رکھشا کی۔ شری شواجی نے کبھی کسی مسجد کو نہیں گرایا اور نہ ہی قرآن شریف کی بے عزتی کی۔ انہوں نے کسی مسلمان عورت اور بچے کو قتل نہیں کیا۔ انہوں نے اپنے دیش اور دھرم کی رکھشا کے لئے میان سے تلوار نکال کر پاپ کا خاتمہ کر دیا۔ اور اتیاچاری یا تو مجبور ہو کر راہ راست پر آ گئے یا نیست و نابود ہو گئے ہمیں بھی مہارانا پرتاپ۔ شری شواجی۔ گورو گوبند سنگھ جی اور ویر حقیقت کی طرح اپنا سروسو دھرم اور دیش سیوا کے لئے ارپن کر دینا چاہیئے۔

سچ تو یہ ہے کہ ہندوؤں نے روحانیت کو چھوڑ دیا ہے اور مایا پرست بن گئے ہیں۔ دیا اور اہنسا دھرم کو تلانجلی دے کر مانس آہار شروع کر دیا ہے۔ اس لئے ہی آج ان کی درگتی ہو رہی ہے۔ دھرم کو چھوڑ کر آج تک نہ کسی کو سکھ پراپت ہوا ہے اور نہ ہوگا۔ دھرم کرم اور پراچین ہندو سبھیتا کو نشٹ کر کے ہم سکھی رہنا چاہتے ہیں۔ جو سراسر غلطی ہے۔ اگر ہم دھرم کی رکھشا کریں گے تو دھرم ہماری رکھشا کریگا۔ دھرم کا ناش کرنے سے ہم خود ہی ناش ہو جاوینگے اس لئے ہمیں واجب ہے کہ ہم اپنے پراچین سناتن ویدک دھرم اور ہندو سبھیتا کی رکھشا کریں۔ کیونکہ ہندو اخلاق اور ہندو تہذیب ہی دنیا میں شانتی کا موجب ہو سکتی ہے۔ زمانہ آ رہا ہے کہ دنیا پھر ویدک دھرم کو گرہن کرے گی۔ کیونکہ آدی سرشٹی سے پرماتما نے سنسار کے کلیان کے لئے ویدوں کے گیان کو پرگٹ کیا۔ یہی سناتن ویدک دھرم موکھش کے دینے والا اور منش ماتر کے لئے سکھ اور شانتی پردان کرنے والا ہے۔ لوگوں نے جب سے اس دھرم مارگ کا تیاگ کیا ہے۔ اور نئے نئے مذاہب کی شرن لی ہے تب سے دکھی اور اشانت ہو رہے ہیں۔ اگر آج بھی یہ لوگ اپنے پراچین سناتن ویدک دھرم کی شرن میں آ جاویں تو تمام فسادات اور جھگڑے جو کہ محض اگیانتا کی وجہ سے پیدا ہوئے ہیں یکدم کافور ہو جاویں اور لوگ سکھ اور شانتی کو پراپت کریں۔ ۔ دیا دھرم سناتن دھرم کا مکھیہ انگ ہے۔ اس لئے اس کو صحیح معنوں میں گرہن کرنا چاہیئے۔ دشٹ اور آتتائی پرشوں ۔۔۔ پر دیا کرنا اور وقت پر اپنی رکھشا نہ کرنا بزدلی میں شامل ہے۔ اس لئے دیا دھرم کی ویاکھیا جو کہ بھگوان کرشن چندر جی نے شریمد بھگوت گیتا میں کی ہے۔ وہی ہندو دھرم کی سچی سپرٹ ہے + "ادم شم"

(گورکھ ناتھ نندہ)

ہماری زندگی بھی زندگی ہے

از قلم ڈاکٹر راج بہادر ورما رازؔ بریلوی

پشیماں میرا ذوقِ بندگی ہے ‌ ‌ محبّت میں میری شاید کمی ہے
تیری دُوری سے سرگرداں ہے عالم ‌ ‌ کسے حاصل ہُوئی خورسندگی ہے
تُو جتنا دُور اتنا پاس میں ہُوں ‌ ‌ یہ اُلفت ہے یہ راہِ دلبری ہے
نجانے کیوں تمہارے آستاں پر ‌ ‌ جبینِ شوق کی گردن جُھکی ہے
مجھے اپنی خوشی کا غم نہیں کچھ ‌ ‌ میں خوش ہوں کہ زمانے میں خوشی ہے
گریبانِ سکوں کو چاک کر لُوں ‌ ‌ دلِ وحشی کی یہ دیوانگی ہے
میں جورِ آسماں پر مُسکرایا ‌ ‌ شریکِ غم میرے دل کی خوشی ہے
ستانا بےکسوں کو، ظُلم ڈھانا ‌ ‌ ستمگر کیا یہ ہی مردانگی ہے
یہ ہی ہے اب معیارِ آدمیّت ‌ ‌ کہ دُشمن آدمی کا آدمی ہے

معمّہ ہے سمجھنا رازؔ دل کا
خودی میں میری رازِ بےخودی ہے

آہِ مظلوماں

پنچھی کی فریاد

از قلم:- شریمان پنڈت دیوان چند جی آہنسک

ہر درد مند دِل کو رونا میرا رُلا دے
بے ہوش جو پڑے ہیں شاید اُنہیں جگا دے

اے بیرحم انسان! تو بے زبان بے قصور بے بس غریب مسکین جانوروں پر طرح طرح کے ظلم وستم ڈھاتا ہے۔ اِن بیچاروں کی طاقت سے بڑھ کر ان سے کام لیتا ہے۔ ان کو طرح طرح کی سزائیں دیتا ہے۔ آزاد پرندوں کو لوہے کے پنجروں میں قید کرتا ہے ان کے بچوں کو پکڑ کر مار ڈالتا ہے۔ چمڑے کے سامان کی خاطر بے گناہوں کی کھالیں اُتارتا ہے۔ اور ماس کھانے کے واسطے لاکھوں بے زبان جانوروں کو قتل کرتا ہے ؎

نہ کر ظلم ظالم اِس لُطف و کرم کے بدلے
اِک دِن تجھے ملیں گے اس ظلم وستم کے بدلے

توبہ کر ایسے بھیانک کرموں سے اور خدا کی مخلوق پر رحم کر۔ یاد رکھ مظلوموں کی آہ بے اثر نہیں جائیگی۔

بترس از آہِ مظلوماں کہ ہنگام دُعا کردن!
اُجابت از درِ حق بہر استقبال مے آید

"تلسی آہ غریب کی ہر سے سہی نہ جائے" ایشور مظلوموں کی آہیں خوب سُنتا ہے۔ بیرحم انسان سب سے بڑا مجرم ہے۔ اُسے ہر جُرم کی سزا ضرور ملتی ہے۔ قدرت کی انتقامی طاقتیں اس کا نام ونشان صفحۂ ہستی سے ملیامیٹ کر دیتی ہیں۔ یہاں دم مارنے کی گنجائش نہیں ہے ؎

جو بیجے سو اُگے کبھو نہ ہووے ہان!
سمے پائے پھل دیت ہے نانک نشچے جان

ع:- جیسا کروگے، ویسا ہی بھروگے۔ جو بیجوگے، وہی کاٹوگے۔ اے انسان! تو فعل مختار ہے۔ اور اعمال کرنے میں خود آزاد ہے۔ لیکن اپنے کئے ہوئے اعمال کا بھی ذمہ دار ہے۔ یہ سب آفتیں اور مصائب جو تو بھگت رہا ہے، تیرے اعمال کی ہی شامت ہے۔ دِل میں نشچے کر کے بے قصور، بے کس، بے زبان، غریب اور مسکین جانوروں پر جو تو ظلم وستم کرتا ہے۔ یہ اُسی کی سزا ہے کہ آج تو دُکھ پر دُکھ سہہ رہا ہے۔ دل میں یقین جانو کہ جانوروں کا خُون بہانا آپس میں خون بہانا سکھاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آج بھائی بھائی کے خُون کا پیاسا بن گیا ہے۔ خونریزی کی پریکٹس انسان کے حیوانی جذبات کو بھڑکاتی ہے۔ اور انسان دیوتا سے راکشس بن کر امن عامہ کو تباہ وبرباد کر دیتا ہے۔ گوشت کھانے سے جسم میں تموگن پردھان ہو جاتا ہے۔ جو کہ تمام دُکھوں کا کارن ہے۔ دُنیا میں جوں جوں ہنسک لوگوں کی تعداد بڑھ رہی ہے۔ توں توں دُنیا عذاب کا گھر بن رہی ہے اور انسانی زندگی دوزخ کا نمونہ نظر آرہی ہے۔ ہر دل میں وَیر ورودھ۔ کینہ۔ بُغض۔ حسد، عناد بھرا ہوا ہے۔ اس لئے خون ریزی۔ بے رحمی۔ اور بدی ساری دُنیا میں پھیل گئی ہے۔ آج میرا بد نصیب ملک تعصب کی آگ میں جل رہا ہے۔ مُسلمان ہندو کا بیری ہے اور ہندو مسلمان

کا۔ ایسے نازک دور میں بات کا بتنگڑ بن جانا ایسے ہی ہے جیسے اونگھتے کو ٹھیلے کا بہانہ۔ معمولی معمولی باتوں پر دنگہ فساد ہو جاتا ہے۔ اور یہی جھگڑا جنگ کا روپ دھارن کر لیتا ہے۔ پھر کیا ہوتا ہے۔ خون کی ہولی کھیلی جاتی ہے۔ شریفوں کی پگڑیاں اچھالی جاتی ہیں۔ لاکھوں بے گناہ مارے جاتے ہیں اور قتل عام شروع ہو جاتا ہے۔ لاکھوں دیویاں ودھوا ہو جاتی ہیں اور اُن کی بے حرمتی کی جاتی ہے۔ معصوم بچوں اور عورتوں کو اغوا کیا جاتا ہے۔ مسافروں کو چھرے گھونپے جاتے ہیں۔ عبادت گاہیں مسمار کی جاتی ہیں۔ کروڑوں روپوں کی جائدادیں نذر آتش کر دی جاتی ہیں۔ غنڈے خوب اندھیر مچاتے ہیں۔ ان کی ناپاک حرکات کا ذکر کرتے بھی شرم آتی ہے۔ توبہ ہی بھلی۔ پرماتما ان کو ہدایت دے۔

دوستو! ہم سب خدا کی مخلوق ہیں۔ آپس میں پیار سے رہو۔ اسی میں آپ کا بھلا ہے ؎

حافظ گر وصل خواہی صلح کن با خاص و عام
با مسلمان اللہ اللہ با برہمن رام رام

اگر دنیا میں امن سے رہنا مطلوب ہے تو بے زبان بے قصور جانوروں پر ترس کھاؤ ؎

کاٹے گلا جو اور کا اپنا بھی لے کٹائے
دھیرے دھیرے نانکا بدلہ کہیں نہ جائے

ہمارا اخلاق

بھارت جیسے دھارمک دیش میں آج راکھشی پرکرتی کے لوگوں نے کس قدر اودھم مچا رکھا ہے۔ یہ دیکھنا ہو تو مندرجہ ذیل خبریں پڑھیں اور اپنے دیش کی گراوٹ پر چار آنسو بہائیں۔

(اخبارات کی خبریں)

شوہر کے ہاتھوں بیوی کا لرزہ خیز قتل

پٹیالہ ۱۰ جنوری ۶۲ء۔ موضع الووال تھانہ بھادسوں سے قتل کی سنسنی خیز واردات کی اطلاع ملی ہے۔ مستری پورن سنگھ کی بیوی اپنے گھر خون میں لت پت پائی گئی۔ پولس کو شبہ ہے کہ اسے اس کے شوہر نے قتل کیا۔ مستری پورن سنگھ مفرور ہے۔ پولیس کی اطلاع ہے کہ میاں بیوی میں جھگڑا رہتا تھا اور وقوعہ سے ایک روز پہلے ان میں کافی جھگڑا ہوا تھا اور مستری نے مقتولہ پر مار پیٹ بھی کی تھی۔ ایک پڑوسی نے جاکر انہیں چھڑا دیا تھا۔ ملزم کی تلاش جاری ہے

پرتاپ

علی گڑھ میں لڑکے کا قتل مبینہ قاتل سادھو کے بھیس میں گرفتار

علی گڑھ ۹ جنوری ۱۹۶۲ء پولیس نے مقامی گورنمنٹ ہائر سیکنڈری سکول کے دسویں جماعت کے طالب علم نریندر ناتھ کی ہلاکت کا معمہ حل کر لیا ہے۔ یہ لڑکا گزشتہ ۲۹ دسمبر کو سکول ہوسٹل میں گولی کا نشانہ بن گیا تھا۔ سرکل انسپکٹر سردار ہربخش سنگھ اور سول لائن سٹیشن آفیسر شری سوم دت شرما نے موضع امرائی لا سے ایک مبینہ پرانے پاپی کو گرفتار کیا ہے۔ یہ شخص گاؤں میں سادھو کا بھیس بنا کر رہ رہا تھا۔ پولیس کا بیان ہے کہ سادھو نے اقبال جرم کر لیا ہے۔ اور بیان کیا ہے کہ وہ اکثر سکول ہوسٹل میں جایا کرتا تھا جہاں اور لڑکوں پر ڈورے ڈالتا تھا لڑکوں نے اس کے آنے پر اعتراض کیا کیونکہ انہیں شبہ تھا کہ یہ شخص بدمعاش ہے۔ مقتول ان لڑکوں میں سے تھا جنہوں نے اس کا آنا بند کرنے کی کوشش کی تھی ۲۹ دسمبر کی رات کو وہ ہوسٹل میں داخل ہوا اور اس نے نریندر ناتھ کو گولی مار دی وہ اپنے جوتے کمبل اور ایک دیسی ساخت کا پستول پیچھے چھوڑ گیا تھا ان چیزوں کو اب اس نے شناخت کر لیا ہے۔ مقتول میرٹھ کا رہنے والا

ماخوذ از :- ہندو دھرم درپن

ہندوؤں کے جبلی نقائص اور اُن کے علاج کے لئے اپیل

مصنفہ :- شریمان لالہ ہرگوبند جی ریٹائرڈ ڈپٹی سی ایس

سب سے اول دھرم و عزت کی کمائی چاہئے
خود غرض ہونا ہے مقراضِ محبت اور یقیں
ہو گیا مطلب تو آنکھیں پھیر لینا ہے بڑا
خدمتِ خلق و سخا میں اس خودی کے دو علاج
لوٹتے پھرتے ہیں لوگوں کو سرِ بازار جو
دوسروں کے کام کرنا ہی ہے شانِ زندگی
سب کی خوشنودی حقیقت میں ہے معیارِ خوشی
زر بچانا ہے تو اس میں مفلسوں کو کر شریک
ہے بُرا ہر وقت رکھنا دھن کا اور زن کا خیال
یہ نہیں مطلب مگر اس سے کہ دنیا چھوڑ دیں
مال و دولت کے لئے بھائی کھاتے ہیں شریک
ہو گئے مشہور ہندو اس قدر پیسے کے پیر
ہے اگر سچ مچ ہی زر میں زور و طاقت کا اثر
کرتے ہیں وہ لوگ ہر شے میں برائی کی تلاش
بے غم و بے فکر ہو کر خوش گزاریں زندگی
ہر زماں ہر بات میں مدِ نظر ہو اعتدال

دوست و احباب سے دل کی صفائی چاہئے
ہر زماں مدِ نظر سب کی بھلائی چاہئے
اپنے محسن سے نہ ہرگز بے وفائی چاہئے
بے غرض افعال کی عادت بنائی چاہئے
ہر جگہ دنیا میں اُن کی رُوسیاہی چاہئے
خود پرستوں کی دو عالم میں تباہی چاہئے
مفلس و بیمار کو دان اور دوائی چاہئے
کنبہ والا کنبے والوں کا سہائی چاہئے
دُور اندیشوں کو دونوں سے جُدائی چاہئے
بلکہ اس دنیا میں رہ کر پارسائی چاہئے
دُشمنِ جاں ورنہ کیوں بھائی کا بھائی چاہئے
سب اُجڑ جائیں مگر یاں ایک پائی چاہئے
مفلس و نادار سے یوں زک اُٹھائی چاہئے
روشنی کو چھوڑ کر جن کو سیاہی چاہئے
عیش و عشرت میں نہ یہ دولت گنوائی چاہئے
فانی چیزوں سے نہ اُنس انتہائی چاہئے

چار دن کی چاندنی ہے بخشش پروردگار
آدمیت کس لئے اس میں بھلائی چاہئے

ایک تاریخی خط

راجہ جسونت سنگھ - بنام - اورنگ زیب

(از قلم لالہ کانشی رام صاحب چاولہ)

ہندوستان میں جتنے مسلمان بادشاہ ہوئے ہیں۔ ان سب میں مغلیہ خاندان کے بادشاہوں کے زمانہ میں ملک نے خوب ترقی کی۔ لوگ بہت خوشحال رہے اکبر اور شاہجہان کا عہد تو خاص طور پر امن اور خوشحالی کا زمانہ تھا لیکن ان دونوں جیسے بادشاہ ہمیشہ خود مختار حاکموں میں نہیں ہوتے۔ خود مختار حاکم کے لئے نہ صرف یہ ضروری ہے کہ وہ خود نیک ہو بلکہ اس کا دور اندیش ہونا بھی لازمی ہے۔ اس کو اپنی ریاست کے ہر صیغہ کے انتظام کا بخوبی علم ہونا چاہیے۔ اسے دن رات اپنی سلطنت کے کام پر ویسی ہی توجہ دینی چاہیئے کہ جیسے معمولی آدمی کو اپنے کام پر کرنی پڑتی ہے۔ اس کو اپنی رعایا سے ہر صیغہ کے لئے ایماندار آدمی منتخب کرنے چاہیں کہ جو اپنے حسن لیاقت اور بلندی چلن کے لحاظ سے دوسروں کے لئے ایک مثال ہوں۔ ایسے اوصاف عام طور پر عام لوگوں میں بھی نہیں ملتے لیکن خاص طور پر بادشاہوں میں ملنا تو بہت مشکل ہے۔ اس لئے کوئی تعجب نہیں کہ ایک ریاست جو ایک شخص کی محنت اور قابلیت سے قائم ہو وہی اس کے نااہل جانشینوں کے ہاتھ میں پہنچکر زوال پذیر ہو جائے۔ یہ ایک قدرتی بات ہے کہ دولت کے بڑھنے سے عیاشی اور کاہلی بڑھ جایا کرتی ہے یا کوئی اور ایسے اصول دماغ میں گھس جاتے ہیں جو ترقی کے منافی ہوں۔ یہی حالت مغل بادشاہوں کے جانشینوں کے عہد میں ہوئی۔ اورنگ زیب نے وہ تمام اعلیٰ اصول جو اس کے آباؤ اجداد نے برتے تھے فراموش کر دیئے۔ مذہبی تعصب اس کے دماغ میں بھر گیا۔ اس نے ہندو مندروں کو گرا کر انکی جگہ مسجدیں تعمیر کرنے کا حکم دیا۔ اور مورتیاں لا کر آگرہ کی مسجد کی سیڑھیوں کے نیچے دفن کی گئیں۔ پھر اس نے ہندوؤں پر جزیہ لگایا اور اکبر کے اس اصول کو کہ بادشاہ کی نگاہ میں سب رعایا برابر ہے کوئی انسان پاک یا ناپاک نہیں ہے رد کر دیا اور سلطنت میں مختلف قسم کی گڑبڑ مچ گئی۔

راجہ جسونت سنگھ والئے جودھپور نے جو اس وقت سلطنت کے بڑے رکنوں میں تھے بادشاہ کو اس راستہ سے روکنا چاہا اور ایک خط اورنگ زیب کو لکھا۔ ان دنوں میں کس کو مجال تھی کہ اورنگ زیب جیسے آدمی کو جو تعصب سے اندھا ہوا تھا خط لکھ سکتا۔ لیکن راجہ جسونت سنگھ خاص ضمیر اور چلن کا آدمی تھا۔ انہوں نے اس بات کی پرواہ نہ کرتے ہوئے کہ اس خط کے لکھنے سے اس پر بادشاہ کی کتنی ناراضگی ہوگی اور اسکے کتنے خطرناک نتائج ہو سکتے ہیں یہ خط لکھا۔ اس خط کو ایک تاریخی اہمیت حاصل ہے۔ اس خط کا مضمون حسب ذیل ہے۔

"حضور کے جد اعلیٰ محمد جلال الدین اکبر عرش آشیانی نے باون برس تک سلطنت کا کام انصاف اور شفقت کے ساتھ کیا جس سے رعیت نے آسائش اور آرام پایا اور وہ خوش و خرم رہی۔ اس نے عیسائی، مولوی، داؤدی، مجوسی، برہمن، لامذہب دہریہ سب کو ایک ہی نگاہ سے دیکھا۔ سب پر رحم مہربانی شفقت اور عاطفت فرمائی۔ اس لطف و کرم کا معاوضہ یہ ملا کہ جگت گرو اس کا خطاب و لقب ہوا۔ اسی طرح نورالدین جہانگیر جنت مکان نے بائیس برس تک شہنشاہی اور رعیت کو ظل عاطفت میں رکھا اور اپنے دوستوں کی نیک خواہی اور خیر خواہی کی وجہ سے فتح مند رہا۔ آپکے والد بزرگوار جناب شاہجہان نے بھی اپنی ۳۲ برس کی فرمانروائی میں پہلے بادشاہوں سے کچھ کم نیک نامی حاصل نہیں کی۔ رحمدلی اور نیکوکاری سے نیک نامی دوام پائی۔

حضور کے باپ دادا کے رفعت و کرم و عدالت کا یہ حال تھا جب وہ ان اصول عدالت و بزرگی کے پیرو ہوئے تو جہاں انہوں نے قدم رکھا۔ فتح و ظفر ہمرکاب رہے۔ بہت سے قلعے اور ملک ان

کے قبضہ و تصرف میں آئے مگر حضور رعایا کی مملکت میں سے بہت سا ملک نکل چکا ہے۔ اور آئندہ اور نکلنے والا ہے۔ سارا ملک میں تباہی اور غارت گری و قزاقی کا بازار گرم ہے اور کوئی اس کی روک ٹوک نہیں۔ رعایا ویران و برباد ہو گئی۔ سارا ملک بھوکا مرتا ہے۔ روز بروز دشواریاں اور مشکلات جمع ہوتی جاتی ہیں جب بادشاہ اور بادشاہ زادوں کے گھروں میں افلاس آ گیا ہو تو وائے برحال امیراں۔ سپاہ داد بیداد مچا رہی ہے۔ سوداگر شکایت کر رہے ہیں۔ مسلمان ناراض بیٹھے ہیں۔ ہندو بے نوا بے دست و پا ہو رہے ہیں۔ بد نصیب خلقت کو رات کو روٹی نصیب نہیں ہوتی۔ دن کو وہ غصہ کھاتے ہیں۔ اور رنج کے مارے سر کو دیواروں سے مارتے ہیں۔ کس طرح اس بادشاہ کا جاہ و حشم باقی رہ سکتا ہے۔ جو ایسی رعایا سے جس کا افلاس حد غایت کو پہنچ گیا ہو سخت محصول وصول کرے۔

اس زمانہ میں مشرق سے مغرب تک یہ شہرت ہو رہی ہے کہ بادشاہ ہندوؤں سے جل کر برہمنوں، جوگیوں، بیراگیوں، سنیاسیوں سے جزیہ لے گا۔ اپنے خاندان تیموریہ کے ننگ و نام اور عزت و احتشام کا کچھ خیال نہیں کرے گا۔ بے گناہ تارک الدنیا لوگوں پر زبردستی کرے گا۔ اگر جناب عالی کو کتب الہامی پر ایمان و اعتقاد ہو تو آپ کو یہ ہدایت ہو سکتی ہے کہ خدا رب العالمین ہے فقط رب المسلمین نہیں۔ ہندو مسلمان سب خدا کے نزدیک برابر ہیں۔ اس نے اُن کے ڈھنگ اپنے حکم سے جدا جدا بنائے ہیں۔ وُہی سب کو پیدا کرتا ہے۔ مساجد میں اذان ہوتی ہے۔ بت خانوں میں گھنٹہ بجتا ہے مگر دونوں جگہ ایک ہی خدا کی عبادت ہوتی ہے کسی غیر مذہب اور اس کے رسم و رواج میں دست اندازی کرنا اور اس کو بے عزت کرنا خدا کو ناراض کرنا ہے۔ اگر کسی تصویر کو بگاڑیئے تو حضور کے دل میں کینہ خود بخود پیدا ہوتا ہے کسی دانشمند نے سچ کہا ہے کہ قدرت کے مختلف کاموں میں عیب جوئی نہ کرو۔

القصہ جو جزیہ ہندوؤں سے مانگا جاتا ہے وہ انصاف کے خلاف ہے اور حضور کی صلاح دولت کے لئے مضر ہے۔ وہ ملک کو مفلس بنا دے گا۔ وہ ایک بدعت ہے۔ اور ہندوستان کے قوانین و آئین کے خلاف ہے۔

اگر حضور کو اپنی شریعت کی پابندی اس جزیہ لینے پر مجبور کرتی تھی تو عدالت کا تقاضا یہ تھا کہ اول رام سنگھ سے جو سارے ہندوؤں کا سردار ہے۔ جزیہ طلب کرتے بعد اس کے اس بد خواہ سے مانگتے جس کا مقابلہ حضور آسانی سے کر سکتے ہیں۔ بہادر جوانمردوں کو چیونٹیوں اور مکھیوں کا ستانا زیبا نہیں۔ یہ تعجب کی بات ہے کہ ارکین سلطنت نے غفلت کی کہ حضور کو آداب و بزرگی کے قواعد پر ہدایت نہیں کی۔

بعض مسلمان مورخوں کے نزدیک یہ خط کا مضمون اصلی نہیں ہے یا ان کا خیال ہے کہ اگر یہ خط اپنی الفاظ میں تحریر ہوا تو اورنگ زیب کے پاس بھیجا نہیں گیا کیونکہ اس کا ذکر کسی مسلمانی تاریخ میں نہیں ہے لیکن اورنگ زیب نے اپنی سلطنت کے گیارہویں سال میں حکم دیا کہ کوئی تاریخ بادشاہی دفتر میں جیسا کہ اکبر کے وقت سے دستور چلا آتا تھا نہ لکھی جائے۔ چنانچہ اس وقت سے کوئی مستند تاریخ لکھی نہیں گئی۔ تو ایسا خط کے لکھنے کا ذکر مسلمانوں کی تحریر کردہ تواریخ میں کیسے مل سکتا ہے۔ مگر کین صاحب نے اپنی کتاب زوال سلطنت مغلیہ

"FALL OF MOGHUL EMPIRE"

میں اس کا لکھا جانا صحیح قرار دیتے ہیں۔ جسونت سنگھ جودھپور کا راجہ تھا وہ بڑا دانا گو آدمی تھا اور سچ کہنے میں کبھی دریغ نہ کرتا تھا۔ اس کی لیاقت بھی معمولی نہ تھی۔ وہ بادشاہ کے بڑے وزیروں میں شمار کیا جاتا تھا اور اورنگ زیب بھی اس سے خوف کھاتا تھا۔ گجرات، دکن، مالوہ اجمیر اور کابل میں اس نے اپنی لیاقت کو پوری طرح ظاہر کیا تھا۔ اس لئے ایسے خط کا لکھا جانا اس سے ناممکن نہیں۔ خاص کر جب کہ کین صاحب کی تصنیف سے اس کی تصدیق ہوتی ہے۔

یہ خط راجہ جسونت سنگھ نے اس وقت لکھا تھا کہ جب اورنگ زیب نے صرف ہندوؤں سے اپنا غیر مذہب ہونے کے باعث جزیہ لگایا اور راجہ جسونت سنگھ سے بھی ایک بڑی رقم طلب کی گئی۔ راجہ جسونت سنگھ ایسی بے انصافی اور تعدی کو برداشت نہ کر سکا۔ اس کی رگ حمیت نے جوش مارا وہ جانتا تھا کہ بادشاہ کا مقابلہ کرنے کی سکت نہیں تاہم اس کی غیرت نے اسے مجبور کیا کہ ظلم کو خاموشی سے برداشت کر کے بے عملی کو چپ چاپ نہ دیکھتا رہے۔ راجہ جسونت سنگھ کو علم تھا کہ اس قسم کا خط لکھنے سے بادشاہ کے دل میں سخت خفگی اور ناراضگی ہو گی اور ممکن ہے اس کا نتیجہ اسے بہت بڑی مشکل میں بھگتنا پڑے یعنی اس کا مال و جائداد سب چھن جائے اور اسے قید میں ڈال دیا جائے لیکن اس نے ان تمام باتوں سے لاپرواہ ہو کر اسی امر کو مد نظر رکھا کہ ظلم کرنے والے سے ظلم سہنے والا زیادہ مجرم اور گنہگار ہوتا ہے۔ تواریخ میں راجہ جسونت سنگھ کا یہ خط خاص اہمیت رکھتا ہے۔ اور اس کا نام سدا بہار اور بہادر انسانوں کی فہرست میں چوٹی پر لکھا ہوا رہے گا۔

(اورنگ زیب کا تاسف)

تیاگ و بھوگ

(از قلم شری بلدیو سنگھ سود عاجز)

زندگی میں ہر ایک انسان سچے پوشیدہ دائمی راحت کا متلاشی ہے۔ اور انسان کی سب سے بڑی خواہش یہی ہے۔ کہ اُسے سامان آسائش و آرام میسر ہو۔ اور وہ دائمی طور پر خوش و خرم رہے۔ وہ خوشی کی فراہمی کے لئے کوشش کرتا ہے۔ لیکن اصل خوشی اُسے میسر نہیں ہوتی۔ اصل میں انسان کی خوشی نہاں ہے۔ اُس کی کم از کم خواہشات ہیں۔ وہ چاہتا ہے کہ اُس کے قول و فعل میں اور اُس کی خواہشات پر کسی کا قبضہ نہ ہو۔ اُسے ہر ایک کام کرنے میں آزادی ہو۔ جب انسان کے کردار و گفتار پر پابندی عاید کردی جائے تو وہ بغاوت پر تُل جاتا ہے۔ اور وہ اپنی آزادی کے لئے جدوجہد کرتا ہے۔

ہم سب اُس مالک دو جہاں کے بچے ہیں۔ وہ ہمارا حقیقی باپ۔ ماں۔ راہبر اور گورو ہے۔ اُسے اپنی ساری مخلوق سے ایک جیسی محبت ہے۔ وہ یہ چاہتا ہے۔ کہ اُس کی ساری مخلوق ایک دوسرے کی بہتری میں اپنی بہتری سمجھے۔ کسی کے اوپر جبر و تشدد نہ ہو۔ اُس کی قیمتی بخششوں سے مستفید ہوں۔ خدا کی بخششوں میں سے رجوع اللہ سب سے بڑی بخشش ہے۔ خوش قسمت ہی اس کی طرف رجوع کرتا ہے۔ لیکن زیادہ تعداد اُن انسانوں کی ہے۔ جو خود غرض ہیں۔ اور اُن کا تکبرانہ لہجہ ایک ایسی فضا پیدا کرتا ہے کہ جس میں خوشی کی بجائے غم۔ گلوں کی بجائے خار۔ پریم کی بجائے نفرت آجاتی ہے۔ حالانکہ کسی کو اس دنیا میں دائمی طور پر ثبات میسر نہیں۔ اگر انسان چاہے تو اس چند روزہ حیات میں اپنے نیک کردار۔ نیک گفتار اور قربانی سے بقا کی ضمانت قائم کر سکتا ہے۔ اور اس گلزار میں ایک بجلی کی طرح مسکرا کر چلا جائے۔ تاکہ پس مرگ اُسے نیک نام سے دنیا یاد کرے۔ نیک کام سے انسان کو تسکین قلبی میسر ہوتی ہے۔ لیکن برائی سے بے چینی اور بے تابی حاصل ہوتی ہے۔ اور جب وقت نزع سر پر آ جاتا ہے۔ تو اُس وقت دست تاسف ملنے کے سوا کچھ بھی بن نہیں پڑتا۔ اس کی بہترین مثال ہے۔ اورنگ زیب کی زندگی کی جو مندرجہ ذیل ہے۔

بادشاہ اورنگ زیب نے اپنی زندگی کے آخری ایام میں اپنے بڑے لڑکے اکبر معظم کے نام نہایت عبرت انگیز خط لکھا۔ اس میں فرض ناآشناس کی زندگی کا جو حشر ہوتا ہے۔ اُس کا صحیح خاکہ بہت ہی خوبصورتی سے ساتھ کھینچا ہے اورنگ زیب لکھتا ہے۔ اے میرے عزیز بیٹے میں اس دنیا بد نصیب باپ۔ بد نصیب فرزند۔ بد نصیب بھائی بد نصیب بیٹا۔ بد نصیب بادشاہ اور ان سب سے بڑھ کر بد نصیب انسان ہوں۔ میں نے اپنی ہوس ملک گیری کو پورا کرنے کے لئے اپنے محترم والد کو زندان میں ڈال دیا۔ اپنے بزرگ اور عزیز بھائیوں کو اللہ پاک کا واسطہ دے کر نہایت بے رحمی اور دھوکے سے مروا ڈالا۔ میں نے اپنے والد سے ایک بہت وسیع سلطنت حاصل کی لیکن نااہلیت کی وجہ سے اس میں نقص و کینہ کا بیج بویا۔ میں خالق دو جہاں کی مخلوق کو تفرقہ کی نگاہ سے دیکھتا رہا۔ میں نے ملک گیری کی ہوس کو پورا کرنے کے لئے خون کی ندیاں بہا دیں۔ اور آج یہ سلطنت بھی میرا ساتھ نہیں دے رہی۔ میری سلطنت

میری آنکھوں کے سامنے ٹکڑے ٹکڑے ہو رہی ہے۔ ہر طرف دشمن ہی دشمن نظر آرہے ہیں مجھے اپنا کوئی غمگسار راز دار نظر نہیں آرہا۔ میں نے اپنی لڑکیوں کی شادی اس لئے نہ کی۔ کہ کسی کے سامنے مجھ کو سسر بن کر رہنا ہوگا۔ میں نے اپنی بہنوں کی شادی اس لئے نہ کی۔ کہ مجھ کو کسی کا سالا بن کر رہنا ہوگا۔ میں نے اپنی اولاد پر اعتماد نہ کیا۔ کیونکہ میرے دل میں چور تھا۔ اس لئے مجھ کو اپنی اولاد سے برخورداری کی اُمید نہ تھی۔ میرے دوست مجھ پر بھروسہ نہیں رکھتے۔ میرے دشمن مجھ سے خوف زدہ نہیں ہیں۔ دوستوں کی بد اعتمادی اور دشمنوں کی خودسری نے میری حیات کو دوزخ کی آگ میں ڈال دیا ہے۔ اے میرے لختِ جگر میری زندگی سے سبق سیکھ۔ آج میں اس دارِ فانی سے کوچ کر رہا ہوں۔ لیکن میں اپنے کردار کی وجہ سے شرمسار ہوں۔ کہ میں نے مالکِ دوجہاں کی قیمتی بخششوں کی قدر نہ کی۔ اور اُس سے مستفید نہ ہو سکا۔ میری جان اس وقت عذاب میں ہے۔ اور میری رُوح میرے بُرے کرداروں کی وجہ سے جسمِ فانی سے پرواز نہیں کر رہی۔ چند روزہ حیات کو خدمتِ خلق میں گذارنا ہی بڑی خوبی ہے۔ کسی کی دل شکنی نہ کرنا اور ہر ایک کے زخم کا مرہم بننا ہی اسلام کی سچی تعلیم ہے۔ اس کی ہی تبلیغ میں کوشاں رہنا ہی تیرے والد کی آخری وصیت ہے۔ اس کو فراموش نہ کرنا۔

مذکورہ بالا تاریخی خط سے ایک گناہ گار اور سرکش انسان کا آخری حشر ہمارے سامنے ہے۔ اور ہم کو پکار پکار کر کہہ رہا ہے۔ کہ اے انسان زندگی بھوگ کے لئے نہیں۔ تیاگ کے لئے ہے۔ زندگی کا مقصد دوسروں کے لئے قربانی کرنا ہے۔ اور دوسروں کے لئے راحت و بہتری کے سامان مہیا کرنا ہے۔ قربانی کا یہ مطلب نہیں۔ کہ خواہ مخواہ انسانوں کو موت کے گھاٹ اُتار دیا جائے۔ جیسا کہ اب بھی بعض جاہل قبیلوں میں رواج ہے۔ یہ تصور بالکل غلط اور بے بنیاد ہے۔ اور گناہِ کبیرہ ہے۔ قربانی کا اصل مدعا ہے۔ اپنی خواہشات پر قابو حاصل کرنا۔ دوسروں کے دُکھ کی آگ میں کودنے کے لئے تیار رہنا۔ جو شخص ظلم ہوتے دیکھ کر بھی ظالم کے خلاف نہیں لڑتا وہ بھی گناہ کا مرتکب ہے۔ اس لئے سب سے بڑی عبادت یہ ہے۔ کہ انسان خلقِ خدا کی بھلائی کے لئے کوشاں رہے۔ انسان نفس کی قربانی سے اونچا اُٹھتا ہے۔ دُنیا کے سب مذاہب کی تعلیم کا نچوڑ یہی ہے۔ اس سے راحت و تسکین حاصل ہوتی ہے۔ مہاراج بھرتری ہری نے کیا ہی خوب فرمایا ہے۔ کہ اے انسان بھوگوں کے بھوگنے سے پہلے بھوگوں کے نتیجہ کو سوچ لے۔ تم تکلیف سے بچ جاؤ گے۔ بھوگ تیاگ کے لئے ہے۔ اور تیاگ بھوگ کے لئے۔ وہی انسان سچی خوشی اور راحت کا مستحق ہے۔ کہ جس کی زندگی مجسمہ قربانی ہو۔ تیاگ یعنی نفس کی قربانی سے ہی انسان زندگی کے اعلیٰ مدارج پر پہنچتا ہے۔